اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جَامِعہ مَدنیہ جدید کا ترجمان
عِلمی دِینی اور اِصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالِمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرة مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

اگست
2015

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۳	شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ / اگست ۲۰۱۵ء	شمارہ : ۸

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-0954-020-100-7914

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 35330311 - 042

خانقاہِ حامدیہ : 35330310 - 042

فون/فیکس : 37703662 - 042

موبائل : 4249301 - 0333

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
خوارج اور فتنہ وضعِ اَحادیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۴
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۲۹
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۳۸
کسبِ معاش میں شرعی حدود کی رعایت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۱
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۶
حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کرنے کے حیلے بہانے	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۵۴
طلبۂ دینیہ سے خطاب	جناب قمر صاحب عثمانی	۶۳
اَخبار الجامعہ		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

اللہ تعالیٰ نے جو دین حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ نازل فرما کر اِنسانوں کو دیا ہے وہ ایسے کمالات کا حامل ہے جو اِنسان کو با کمال بنا سکتے ہیں اور ایسی حدود پر مشتمل ہے جو اِنسان کو بہیمیت سے بچائے رکھتی ہیں اس کی بدولت ایک ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جس کے اَفراد تو اِنسان ہی ہوں مگر اُن کی خصلت مَلکوتی ہو تاکہ اپنے عارضی گھر دنیا میں اُس کو ایسا رُوحانی ماحول میسر آجائے جو اُس کے اصل گھر ''جنت'' کی رُوحانی فضا سے ملتا جلتا ہو تاکہ اِس عبوری دور سے گزر کر جس کو دُنیاوی حیات کہا جاتا ہے اپنے اصلی گھر جنت میں پھر سے جابسے۔ نبی علیہ السلام کا اِرشاد ہے : خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ......... [۱] یعنی میری اُمت کا سب سے بہتر دور میرا زمانہ ہے [۲] پھر اُس سے مِلا ہوا (تابعین کا) زمانہ ہے پھر اُس کے بعد کا (تبع تابعین کا) دور۔

اُس کے بعد جتنے اَدوار ہوں گے اُن میں تنزل بڑھتا ہی چلا جائے گا اَلبتہ اگر بیچ کا کوئی بھی دور ایسا آیا جس میں مسلمانوں کی اِجتماعی زندگی خیر القرون کے زیادہ مشابہ ہوگی تو اُس دور کے لوگوں کی خیر و برکات اور اَجر وثواب بھی خیر القرون کے اَجر وثواب جیسی ہوجائیں گی، حکمرانوں میں اُن برکات کا رنگ اُن کے منصبوں کے مطابق نمودار ہوگا، رعیت میں اُن کی اَنواع کے مطابق ہوگا، غرض ظالم ہو یا مظلوم اِس کی برکات ہر ایک کو محیط ہوجاتی ہیں۔

---

[۱] مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۶۰۱۰ [۲] صحابہؓ کے زمانے کو آپ ﷺ نے اپنا زمانہ قرار دیا۔ محمود میاں غفرلہٗ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس موقع پر قارئین کی خدمت میں خیر القرون کا ایک واقعہ پیش کر دیا جائے جس میں ملکوتی خصائل نے ہر طبقہ کے اَفراد کی وحشیانہ خصلتوں کی گار کو کھرچ کر درجہ بدرجہ اَخلاقِ حسنہ کے زیور سے آراستہ کر کے پورے معاشرے کو جنت نظیر بنا دیا ہے۔

''دو نوجوان سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محفل میں داخل ہوتے ہی محفل میں بیٹھے ایک شخص کے سامنے جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اُس کی طرف اُنگلی کر کے کہتے ہیں : اے عمرؓ یہ ہے وہ شخص !

سیّدنا عمرؓ اُن سے پوچھتے ہیں، کیا کیا ہے اِس شخص نے ؟

یا امیر المومنین، اِس نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے۔

سیّدنا عمرؓ پوچھتے ہیں : کیا کہہ رہے ہو، اِس نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے ؟

سیّدنا عمرؓ اُس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں، کیا تو نے اِن کے باپ کو قتل کیا ہے ؟

وہ شخص کہتا ہے : ہاں امیر المومنین، مجھ سے قتل ہو گیا ہے اِن کا باپ۔

سیّدنا عمر پوچھتے ہیں : کس طرح قتل کیا ہے ؟

یا عمر، اِن کا باپ اپنے اُونٹ سمیت میرے کھیت میں داخل ہو گیا تھا میں نے منع کیا، باز نہیں آیا تو میں نے ایک پتھر دے مارا جو سیدھا اُس کے سر میں لگا اور وہ موقع پر مر گیا۔

سیّدنا عمر کہتے ہیں : پھر تو قصاص دینا پڑے گا، موت ہے اِس کی سزا ! !

نہ فیصلہ لکھنے کی ضرورت اور فیصلہ بھی ایسا اَٹل کہ جس پر کسی بحث و مباحثے کی بھی گنجائش نہیں، نہ ہی اُس شخص سے اُس کے کنبے کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا ہے، نہ ہی یہ پوچھا گیا ہے کہ تعلق کس قدر شریف خاندان سے ہے، نہ ہی یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ تعلق کسی معزز قبیلے سے تو نہیں، معاشرے میں کیا رتبہ یا مقام ہے ؟ اِن سب باتوں سے بھلا سیّدنا عمرؓ کو مطلب ہی کیا ہے ! !

کیونکہ معاملہ اللہ کے دین کا ہو تو عمرؓ پر کوئی اَثر اَنداز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمرؓ کو روک سکتا ہے حتی کہ سامنے عمرؓ کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ قاتل کی حیثیت سے آ کھڑا ہو، قصاص تو اُس سے بھی لیا جائے گا۔

وہ شخص کہتا ہے اے امیر المومنین ! اُس کے نام پر جس کے حکم سے یہ زمین و آسمان قائم کھڑے ہیں مجھے صحرا میں واپس اپنی بیوی بچوں کے پاس جانے دیجیے تاکہ میں اُن کو بتا آؤں کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا، اُن کا اللہ اور میرے سوا کوئی آسرا نہیں ہے، میں اِس کے بعد واپس آ جاؤں گا۔

سیّدنا عمرؓ کہتے ہیں : کون تیری ضمانت دے گا کہ تو صحرا میں جا کر واپس بھی آ جائے گا ؟

مجمع پر ایک خاموشی چھا جاتی ہے، کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے جو اِس کا نام تک بھی جانتا ہو، اِس کے قبیلے، خیمے یا گھر وغیرہ کے بارے میں جاننے کا معاملہ تو بعد کی بات ہے۔

کون ضمانت دے اِس کی ؟ کیا یہ دس درہم کے اُدھار یا زمین کے ٹکڑے یا کسی اُونٹ کے سودے کی ضمانت کا معاملہ ہے ؟ ادھر تو ایک گردن کی ضمانت دینے کی بات ہے جسے تلوار سے اُڑا دیا جانا ہے۔ اور کوئی ایسا بھی تو نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمرؓ سے اِعتراض کرے یا پھر اُس شخص کی سفارش کے لیے ہی کھڑا ہو جائے، اور کوئی ہو بھی نہیں سکتا جو سفارشی بننے کی سوچ سکے۔

محفل میں موجود صحابہؓ پر ایک خاموشی سی چھا گئی ہے، اِس صورتِ حال سے خود عمرؓ بھی متاثر ہیں کیونکہ اِس شخص کی حالت نے سب کو ہی حیرت میں ڈال کر رکھ دیا ہے کیا اِس شخص کو واقعی قصاص کے طور پر قتل کر دیا جائے اور اِس کے بچے بھوکوں مرنے کے لیے چھوڑ دیے جائیں یا پھر اِس کو بغیر ضمانتی کے واپس جانے دیا جائے ؟ واپس نہ آیا تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا !

خود سیّدنا عمرؓ سر جھکائے اَفسردہ بیٹھے ہیں، اِس صورتِ حال پر سر اُٹھا کر اِلتجا بھری نظروں سے نوجوانوں کی طرف دیکھتے ہیں، معاف کردو اِس شخص کو !

نہیں اَمیر المومنین، جو ہمارے باپ کو قتل کرے اُس کو چھوڑ دیں، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، نوجوان اپنا آخری فیصلہ بغیر کسی جھجک کے سنا دیتے ہیں۔

عمرؓ ایک بار پھر مجمع کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پوچھتے ہیں، اے لوگو ! ہے کوئی تم میں سے جو اِس کی ضمانت دے ؟

اَبوذر غفاریؓ اپنے زُہد و صدق سے بھرپور بڑھاپے کے ساتھ کھڑے ہو کر کہتے ہیں میں ضمانت دیتا ہوں اِس شخص کی ! !

سیّدنا عمرؓ کہتے ہیں اَبوذر ! اِس نے قتل کیا ہے۔

چاہے قتل ہی کیوں نہ کیا ہو، اَبوذرؓ اپنا اَٹل فیصلہ سناتے ہیں۔

عمرؓ : جانتے ہو اِسے ؟

اَبوذرؓ : نہیں جانتا اِسے۔

عمرؓ : تو پھر کس طرح ضمانت دے رہے ہو ؟

اَبوذرؓ : میں نے اِس کے چہرے پر مومنوں کی صفات دیکھی ہیں اور مجھے ایسا لگتا ہے یہ جھوٹ نہیں بول رہا، اِنشاء اللہ یہ لوٹ کر واپس آجائے گا۔

عمرؓ : اَبوذرؓ دیکھ لو اگر یہ تین دن میں لوٹ کر نہ آیا تو مجھے تیری جدائی کا صدمہ دیکھنا پڑے گا۔

اَمیر المومنین پھر اللہ مالک ہے ! اَبوذرؓ اپنے فیصلے پر ڈٹے ہوئے جواب دیتے ہیں سیّدنا عمرؓ سے تین دن کی مہلت پا کر وہ شخص رخصت ہو جاتا ہے، کچھ ضروری تیاریوں کے لیے، بیوی بچوں کو اِلوداع کہنے، اپنے بعد اُن کے لیے کوئی راہ دیکھنے

اور اُس کے قصاص کی اَدائیگی کے لیے قتل کیے جانے کی غرض سے لوٹ کر واپس آنے کے لیے۔ اور پھر تین راتوں کے بعد، عمرؓ بھلا کیسے اِس اَمر کو بھلا پاتے، اُنہوں نے تو ایک ایک لمحہ گن کر کاٹا تھا، عصر کے وقت شہر میں الصلاۃُ جامعۃٌ کی منادی پھر جاتی ہے، نوجوان اپنے باپ کا قصاص لینے کے لیے بے چین اور لوگوں کا مجمع اللہ کی شریعت کی تنفیذ دیکھنے کے لیے جمع ہو چکا ہے۔

اَبوذرؓ بھی تشریف لاتے ہیں اور آ کر عمرؓ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔

کدھر ہے وہ آدمی ؟ سیّدنا عمرؓ سوال کرتے ہیں۔

مجھے کوئی پتہ نہیں ہے یا اَمیر المومنین ! اَبوذرؓ مختصر جواب دیتے ہیں اَبوذرؓ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں جدھر سورج ڈوبنے کی جلدی میں معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ جاتا دِکھائی دے رہا ہے محفل میں ہو کا عالم ہے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ آج کیا ہونے جا رہا ہے ؟ یہ سچ ہے کہ اَبوذرؓ سیّدنا عمرؓ کے دل میں بستے ہیں عمرؓ سے اُن کے جسم کا ٹکڑا مانگیں تو عمرؓ دیر نہ کریں کاٹ کر اَبوذرؓ کے حوالے کر دیں لیکن اِدھر معاملہ شریعت کا ہے، اللہ کے اَحکامات کی بجا آوری کا ہے، کوئی کھیل تماشہ نہیں ہونے جا رہا، نہ ہی کسی کی حیثیت یا صلاحیت کی پیمائش ہو رہی ہے حالات و واقعات میں مطابقت نہیں اور نہ ہی زمان و مکان کو بیچ میں لایا جانا ہے قاتل نہیں آتا تو ضامن کی گردن جاتی نظر آ رہی ہے۔

مغرب سے چند لحظات پہلے وہ شخص آ جاتا ہے، بے ساختہ حضرت عمرؓ کے منہ سے ''اللہ اکبر'' کی صدا نکلتی ہے، ساتھ ہی مجمع بھی ''اللہ اکبر'' کا ایک بھرپور نعرہ لگاتا ہے عمرؓ اُس شخص سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں اے شخص اگر تو لوٹ کر نہ بھی آتا تو ہم نے تیرا کیا کر لینا تھا، نہ ہی تو کوئی تیرا گھر جانتا تھا اور نہ ہی کوئی تیرا پتہ جانتا تھا !

اَمیر المومنین، اللہ کی قسم، بات آپ کی نہیں ہے بات اُس ذات کی ہے جو سب ظاہر و پوشیدہ کے بارے میں جانتا ہے، دیکھ لیجئے میں آ گیا ہوں، اپنے بچوں کو پرندوں کے چوزوں کی طرح صحرا میں تنہا چھوڑ کر، جدھر نہ درخت کا سایہ ہے اور نہ ہی پانی کا نام ونشان، میں قتل کر دیے جانے کے لیے حاضر ہوں، مجھے بس یہ ڈر تھا کہ

''کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اَب لوگوں میں سے ''وعدوں کا ایفا'' ہی اُٹھ گیا ہے''

سیّدنا عمرؓ نے اَبوذرؓ کی طرف رُخ کر کے پوچھا اَبوذرؓ تم نے کس بنا پر اِس کی ضمانت دے دی تھی ؟

اَبوذرؓ نے کہا، اے عمرؓ مجھے اِس بات کا ڈر تھا کہ

''کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں سے ''خیر'' ہی اُٹھا لی گئی ہے''

سیّدنا عمرؓ نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا اور پھر اُن دونو جوانوں سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اب ؟

نوجوانوں نے روتے ہوئے جواب دیا، اے اَمیر المومنین، ہم اِس کی صداقت کی وجہ سے اِسے معاف کرتے ہیں، ہمیں اِس بات کا ڈر ہے کہ

''کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ اب لوگوں میں سے ''عفو اور درگزر'' ہی اُٹھا لیا گیا ہے''

سیّدنا عمرؓ ''اللہ اکبر'' پکار اُٹھے اور آنسو اُن کی ڈاڑھی کو تر کرتے نیچے گر رہے تھے۔

اے نوجوانو ! تمہاری ''عفو و درگزر'' پر اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔

اے اَبوذر ! اللہ تجھے اِس شخص کی مصیبت میں ''مدد'' پر جزائے خیر دے۔

اور اے شخص، اللہ تجھے اِس ''وفائے عہد وصداقت'' پر جزائے خیر دے۔

اور اے اَمیر المومنین، اللہ تجھے تیرے ''عدل و رحمدلی'' پر جزائے خیر دے۔

محدثین میں سے ایک یوں کہتے ہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اِسلام اور اِیمان کی سعادتیں تو عمرؓ کے کفن کے ساتھ ہی دفن ہوگئی تھیں۔''

آج بھی دُنیا بھر میں ہر جگہ اہلِ حق کی ایک نہ ایک جماعت دین کی سر بلندی کے لیے سرگرداں ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اِس کی جستجو کرے اور اِس میں شامل ہو کر اپنے اصلی گھر جنت کے راستے میں حائل رُکاوٹوں کو دُور کرتے ہوئے عبور کرتا چلا جائے، باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے ﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور جنہوں نے ہمارے واسطے سختیاں جھیلیں اور جدوجہد کی اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہے ہم سُجھا دیں گے اُن کو اپنی راہیں اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

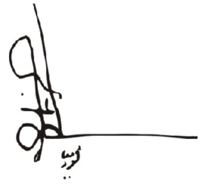

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

کسی کے عیب کو چھپانا اُس کو زندہ کرنے کی مانند ہے
غیبت سے روکنے والے کی جہنم سے خلاصی
اپنے عیوب بھی کسی پر ظاہر نہ کرنے چاہئیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

جب آقائے نامدار علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اِرشاد فرمایا اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِکُمْ مِنْ شَرِّکُمْ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تم میں اچھا کون ہے اور برا کون ؟ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ سن کر سناٹے میں آگئے، کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ عرض کرے کہ جی ہاں بتایئے کیونکہ ممکن ہے کہ وہی برا ہو اور کوئی بھی غیرت مند آدمی اپنی برائی کی تشہیر پسند نہیں کرتا، شریف آدمی نہ تو اپنی برائیوں کی تشہیر پسند کرتا ہے اور نہ خود دُوسروں کی برائیوں کی تشہیر کرتا ہے اور مسلمان پر لازم بھی یہی ہے کہ برائیوں کو چھپائے اِظہار نہ کرے خواہ اپنی برائیاں ہوں یا دُوسروں کی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ آدمی جس نے کسی مسلمان کے کسی عیب کو چھپالیا تو ایسا ہے جیسا اُس نے اُس کو زندہ کر دیا کیونکہ کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اِنتہائی بے شرم اور بے حیا ہوتے ہیں اپنے عیوب اور گناہوں کو چھپانے کی کوشش ہی نہیں کرتے مثلاً کھلم کھلا شراب پیتے ہیں،

سرِ عام جوا کھیلتے ہیں تو ایسے لوگوں کی بات اگر بیان بھی کی جائے یہ غیبت نہیں ہوتی اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے گناہ تو ہوجاتے ہیں مگر وہ اپنے گناہوں پر نادِم وشرمسار ہوتے ہیں، وہ اپنی برائیوں کو چھپانا چاہتے ہیں، ایسے آدمی کا عیب اگر معلوم ہوجائے تو حکم ہے کہ اُسے ظاہر نہ کرو، اُس کو بیشک سمجھاؤ، نصیحت کرلو مگر دُوسروں کو ہرگز نہ بتاؤ کیونکہ اپنی برائیوں کا اِظہار اُنہیں پسند نہیں، اِظہار وتشہیر سے اُنہیں دُکھ ہوگا غیرت مٹے گی بلکہ لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ عیب ظاہر ہوجانے کے بعد شرم کے مارے خودکشی کرلیتے ہیں اِس لیے ایسے لوگوں کے عیب کو چھپانا ایسی نیکی ہے جیسے اُن کو زندگی بخش دی، مؤخر الذکر دونوں قسم کے آدمیوں کی برائیاں ظاہر کرنا غیبت کہلاتی ہیں جو ایک سنگین جرم ہے۔

جہنم سے آزادی :

حدیث شریف میں آیا ہے کسی کی غیبت نہ کرو اور اگر کسی کو کرتے دیکھو تو اُس کو بھی روک دو اور فرمایا جو غیبت سے روکتا ہے اللہ کے ذمے ہے کہ اُسے آگ سے آزاد فرمادے كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ.[1]

اپنے عیوب بھی ظاہر نہ کرے :

شریعتِ مطہرہ نے جس طرح غیروں کی برائیوں کے اِظہار وتشریح سے روکا ہے اِسی طرح اپنی غلطیوں اور برائیوں کی تشہیر سے بھی منع فرمایا ہے تاکہ برائی نہ پھیلے، نہ کانوں میں بات پڑے نہ دِل میں اُترے، حدیث شریف میں ہے کہ اپنے اَندر کی خرابی بھی ظاہر نہ کرنی چاہیے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے تمہارے پردے کو رکھا ہے تو تم کیوں کفرانِ نعمت کرتے ہو یعنی اللہ نے تو اِحسان کیا ہے کہ تمہارے گناہوں کو چھپایا ہے، تم کیوں ظاہر کرتے ہو کیوں کفرانِ نعمت کے مرتکب بنتے ہو۔ اِس لیے جب حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تمہیں بتاؤں کہ تم میں کون برا اور کون اچھا ہے تو صحابہ کرام گھبرا گئے اور کسی نے بھی شرم کے مارے دریافت نہ کیا۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۴۹۸۱

اچھے برے کی پہچان :

آپ ﷺ نے پھر دوبارہ اور سہ بارہ اِرشاد فرمایا جس سے ایسا اَندازہ ہوتا تھا کہ گویا آپ کی یہ خواہش ہے کہ صحابہ کرامؓ پوچھیں، حضورِ اَکرم ﷺ کی خواہش کو بھانپتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا تو اِرشاد فرمایا مَنْ یُّرْجٰی خَیْرُہٗ وَیُؤْمَنُ شَرُّہٗ بہترین آدمی وہ ہے جس سے بھلائی کی توقع کی جائے اور اُس کے شر سے اِطمینان حاصل ہو وَشَرُّکُمْ مَنْ لَّا یُرْجٰی خَیْرُہٗ وَلَا یُؤْمَنُ شَرُّہٗ [1] یعنی بدترین شخص وہ ہے کہ جس سے خیر کی توقع نہیں اور اُس کے شر سے اَمن حاصل نہیں، گویا اچھا اور برا معلوم کرنے کی ایک کسوٹی اور ایک پیمانہ بتلا دیا جس سے ہر آدمی کو جانچا جا سکتا ہے۔

ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ کسی کو نہ ستائے، کسی کی برائی ظاہر نہ کرے جہاں تک ہو سکے بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچائے تاکہ اُس کا شمار بہترین لوگوں میں ہو۔ اگر لوگ ایک دُوسرے کو ستانا چھوڑ دیں، غیبت اور چغل خوری سے اِجتناب کرنے لگیں حضورِ اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو ہر جگہ اَمن واَمان ہوگا، لوگوں کی عزت محفوظ ہوگی جان محفوظ ہوگی اور ہر ایک اِطمینان سے زندگی گزارے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کی پیروی نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا............

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر

اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۴۹۹۳

علمی مضامین سلسلہ نمبر۶

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

خوارج اور فتنۂ وضعِ اَحادیث

حضرت علیؓ کے ہاتھوں اِن کی بربادی

حق و باطل کی مثال اللہ اِس طرح بیان فرماتا ہے :

﴿ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ م بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ط وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ط فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ج وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴾ (سُورہ رعد : ۱۷)

''آسمان سے بارش برستی ہے، ندیاں اور نالے اِس کو اپنی اپنی گنجائش کے بموجب اپنی آغوش میں لے کر سیلاب کی شکل اِختیار کر لیتے ہیں، کوڑا کرکٹ اور جھاگ اُوپر آجاتا ہے، دیکھنے والوں کے سامنے وہ جھاگ ہی ہوتا ہے وہ اُسی سے خوفزدہ ہوتے ہیں لیکن سیلاب کی رو اِس جھاگ کو بہا کر لے جاتی ہے پھر وادی کا ایک ایک گوشہ دیکھ جاؤ اُس جھاگ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملے گا، اِسی طرح جب چاندی سونا یا اور کسی طرح کی دھات آگ پر تپائی جاتی ہے تو جھاگ اُوپر آجاتا ہے

پھر وہ جھاگ جو دَر حقیقت کھوٹ ہوتا ہے اَلگ ہوجاتا ہے اور خالص دھات الگ نکل آتی ہے، کھوٹ کے لیے نابود ہوجانا ہے اور خالص دھات کے لیے باقی رہنا۔''

سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز اِس آیت کی وضاحت اِن الفاظ میں فرماتے ہیں :

''لابدست کہ در ہر جنس خیر و شر باشد ہم چنیں لا بدست کہ در آدمیاں نیکو کاران و بدکاران باشند، لیکن نیکو کاران را مستقرے سازو و کار ایشاں را پیش می رود و بدکاران را ہلاک میکند۔'' (فتح الرحمٰن)

مختصر یہ کہ حق و باطل کا معرکہ مسلسل رہتا ہے، باطل سینہ تان کر سامنے آتا ہے لیکن اُس کا یہ زور چندروزہ ہوتا ہے پھر وہ ختم ہوکر بسا اَوقات بے نام و نشان ہوجاتا ہے اور حق جو سراسر نفع ہوتا ہے وہ اپنی سادگی کے ساتھ دائم و قائم رہتا ہے۔

غور فرمایئے آنحضرت ﷺ کا دورِ مبارک یعنی وہ دور جس میں حقیقتِ محمدی کا آفتاب بِلا کسی حجاب کے کائناتِ اَرضی پر ضیا پاش تھا، وہ مبارک دور بِلا شبہ پوری کائنات کی آنکھ کا تارا اور جسمِ اِنسانیت کا قلبِ بیدار تھا چنانچہ اِرشاد ہوا :

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ .

(بخاری شریف کتاب المناقب رقم الحدیث ۳۵۵۷)

''یعنی اَولادِ آدم کی سعادت مندیوں (یا بالفاظِ دیگر) نمودِ حق کے دور جو درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے، عروج کے اُس نقطہ پر پہنچے کہ خود مرکزِ سعادت و اِرشاد سیّدالانبیاء رحمۃ للعالمین صاحبِ لولاک کا ظہور ہوا۔ حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ۔''

کیا کہنا ہے اُس دور کی سعادت مندی کا ! اَندازہ لگانا مشکل ہے فلاحِ اِنسانی اور سعادتِ رُوحانی کے اُس عروج کا جو اُس دورِ مسعود میں اُس کو حاصل ہوا، مختصر طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ حق اپنے عروج کے آخری نقطہ پر پہنچ گیا تھا اِسی لیے اُس کو ''خیر القرون'' فرمایا گیا۔

اچھا جب ''حق'' کو یہ عروج حاصل ہوا تو کیا ''باطل'' ہمیشہ کے لیے فنا ہو گیا تھا ؟ نہیں اُس نے دوپہر کی چمکتی ہوئی روشنی میں اپنی دُم سمیٹ لی اور ابھی وہ دور پوری طرح ختم بھی نہیں ہوئے تھے جن کو خیر القرون فرمایا گیا تھا، ابھی تنزل کی دو ہی منزلیں گزری تھیں کہ یہ باطل اَنگڑائی لے کر سامنے آگیا [۱] اور اُس نے وہ رُوپ اِختیار کیا جو خیر القرون کی طرح بے نظیر تھا یعنی جس طرح کائنات کی پوری تاریخ اُس دور کی نظیر نہیں پیش کر سکتی جس کے متعلق اِرشادِ نبوی ﷺ تھا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ اِسی طرح تاریخ عالمِ باطل کے اُس رُوپ کی نظیر نہیں پیش کر سکتی جو اُس نے اُس وقت دھارا تھا اور اِختیار کیا تھا، باطل کی زور آزمائی ملاحظہ ہو ! ایک دو نہیں بلکہ ایک بہت بڑی جماعت وجود پذیر ہوگئی جن کی زبانوں پر ہر وقت کلام اللہ، کمریں رُکوع میں جھکی ہوئیں اور پیشانیاں زمین پر، ایسے قرآن خوان اور ایسے عبادت گزار کہ کسی اور دور کے نہیں بلکہ خاص خیر القرون کے اَفراد حضراتِ صحابہ کو بھی اُن کی عبادت گزاری اور قرآن خوانی پر رشک آئے لیکن دِلوں کی حالت یہ کہ اِیمان سے بے بہرہ، خوفِ خدا سے نا آشناء اَمین الانبیاء (صلواۃ اللہ علیہم اجمعین) کو ہدایت کریں کہ اِنصاف سے کام لیجئے (معاذ اللہ) اُن کے سچے پیروکاروں کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیں، کافروں پر رحم کریں اور اہلِ اِیمان کے قتل کو ثواب سمجھیں (معاذ اللہ) کیا تماشا گاہِ عالم میں اِس طرح کا شعبدہ کبھی اور بھی دیکھا گیا ہے، اِسلام کے بہت سے معجزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خاتم الانبیاء سیّد المرسلین ﷺ اِس باطل پرست گروہ کی خبر پہلے ہی دے چکے تھے۔ [۲]

---

[۱] آنحضرت ﷺ کا اِرشاد ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ. سب سے بہتر قرن میرا قرن ہے پھر اُن کا دور جو اِس قرن والوں سے اِتصال رکھتے ہیں پھر اُن کا جو اُس قرن والوں سے متصل ہیں پھر کذب پھیل جائے گا، حق وصداقت کی عام فضاء باقی نہیں رہے گی کذب اور باطل کی فضاء پیدا ہوجائے گی پھر یہی فضاء آگے بڑھتی رہے گی یہاں تک کہ وہ تاریکی آئے گی کہ ذکر اللہ ختم ہوجائے گا حق وصداقت کا نام نہ رہے گا پس قرنِ اَوّل کا ختم ہوجانا تنزل کی پہلی منزل پھر اِسی طرح قرنِ ثانی کا ختم ہوجانا تنزل کی دُوسری منزل الخ۔

[۲] پیشگی آگاہ کرنے دینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس جماعت کی خطرناکی بہت ہی غیر معمولی تھی۔

حضرت اِمام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت اَبوسعید خدری اور حضرت سہیل بن حنیف کی روایتوں کو مختلف سندوں سے تقریبًا بارہ مقام پر بیان کیا ہے جن میں اُس جماعت کے، اُس کے بانی، پھر اُس کے اَنجام کی وہ پیش گوئی ہے جو لسانِ رسالت سے صادِر ہوئی تھی الفاظ میں کہیں کہیں کسی قدر اِختلاف ہے مگر مضمون سب کا ایک ہی ہے، ترجمہ ملاحظہ ہو :

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا بھیجا، اقرع بن حابس، عینیہ بن بدر وغیرہ جو اپنے اپنے علاقوں کے بہادر اور نامور سردار تھے حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے اور آنحضرت ﷺ اُن کو مانوس کرنا چاہتے تھے آنحضرت ﷺ نے یہ سونا صرف اُن ہی سرداروں کو دے دیا۔'' ۱

قبیلہ قریش وغیرہ کے لوگ جو حاضر تھے اُن میں سے کسی کو نہیں دیا، فورًا ایک شخص دامن سمیٹتے ہوئے کھڑا ہوا اور پکار کر کہا اِتَّقِ اللّٰہَ یَا مُحَمَّدُ ۲ محمد اللہ سے ڈرو ، رَسُوْلَ اللّٰہِ اِعْدِلْ ۳ اے رسول اللہ اِنصاف سے کام لیجئے۔ آنحضرت ﷺ کو اِس فقرہ سے بہت صدمہ ہوا فرمایا بندۂ خدا اگر میں اِنصاف سے کام نہیں لوں گا اور اگر میرے اَندر خوفِ خدا نہیں ہوگا تو اور کس سے اِنصاف اور خوفِ خدا کی توقع کی جا سکتی ہے، اگر میں بے اِنصاف ہوں تو بے شک میں خائب و خاسر ہوں۔ ۴

حضرت عمر ۵ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد ۶ رضی اللہ عنہ وہاں حاضر تھے (یکے بعد دیگرے)

---

۱ تاکہ اُن کا اِیمان پختہ اور یہ سرفروش و جاں نثار مجاہدین وہ کارنامے اَنجام دیں جو اُنہوں نے بعد میں عہدِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں اَنجام دیے جن کے نقوش کتبِ تاریخ میں محفوظ و مرتسم ہیں۔

۲ بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۳۴۴ اُس شخص کا حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے آنکھیں گڑی ہوئیں، کلے چوڑے، پیشانی اُبھری ہوئی، گھنی داڑھی، سر گھٹا ہوا۔

۳ بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۶۱۰ ''رسول اللہ'' طنزًا کہا یعنی آپ خدا کے رسول بنے میں اِنصاف کیجیے۔ ۴ بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۶۱۰ وغیرہ ۵ بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۶۱۰ ۶ بخاری شریف کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۳۵۱ وغیرہ

ہر ایک نے عرض کیا ، یا رسول اللہ اِجازت دیجئے اِس کی گردن اُڑا دُوں فرمایا نہیں ، بہت ممکن ہے نماز پڑھتا ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ، یا رسول اللہ کتنے ہی نمازی ہوتے ہیں جن کی زبان پر وہ ہوتا ہے جو اُن کے دِل میں نہیں ہوتا۔

ہادیٔ برحق ﷺ کا اِرشاد ہوا : مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دِلوں کو کریدوں اور نہ یہ حکم ہوا کہ اُن کے پیٹ چاک کروں۔

یہ شخص چل دیا جب یہ پیٹھ پھیرے جا رہا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اُس پر نظر ڈالی پھر فرمایا اِس کے سلسلے سے ایک قوم رُونما ہوگی جن کی زبانیں تلاوتِ کلام اللہ سے تر رہیں گی مگر یہ تلاوت اُن کے حلق سے آگے نہ بڑھے گی (نہ دِل پر اَثر اَنداز ہوگی اور نہ عنداللہ قبول ہوگی) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔ [1]

اِرشاد ہوا کہ اِس شخص کے ساتھی ہوں گے ایسے نمازی ، ایسے روزہ دار کہ تم اپنی نمازوں اور اپنے روزوں کو اُن کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے مگر یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پروں کو دیکھو ، اُس کی دھار دار نوک کو دیکھو ، اُس تانت کو دیکھو جس سے نوک (تیر کے پُھل) کو کسا گیا ہے ، پھر تیر کی اُس سادی لکڑی کو دیکھو (جس میں تیر کا پھلکا لگا ہوا ہے) کہیں بھی کوئی نشان نہیں دیکھو گے ، اَنتڑیوں میں بھری غلاظت اور رگوں میں دوڑنے والے خون کو پار کر کے یہ تیر نکلا ہے مگر اُن کا کوئی نشان اِس تیر کے کسی حصہ پر نہیں [2] (اِسی طرح اِیمان یا اُن کی اِطاعت کے ثواب کا کوئی نشان اِن اَزلی مردُودوں کے اُوپر نہیں ہوگا) یہ لوگ اہلِ اِسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں [3] کو چھوڑیں گے۔ [4]

---

[1] بخاری شریف کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۳۵۱ وغیرہ [2] بخاری شریف کتاب استتابة المعاندین و المرتدین وقتالهم رقم الحدیث ۶۹۳۰ [3] یعنی سلسلہ قتل وقتال بت پرستوں کے بجائے مسلمانوں سے برپا کریں گے [4] بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۳۴۴

نیز اِرشاد ہوا اِن کا ظہور اُس وقت ہوگا جب لوگوں میں پھوٹ پڑی ہوئی ہوگی۔ [1]

چنانچہ ہادیٔ اعظم، رسولِ برحق صادقِ مصدوق ﷺ کی پیشین گوئی کے بموجب اِس جماعت کا ظہور عین اُس وقت ہوا جب رحمۃ للعالمین ﷺ کے سچے وارث، حق وصداقت کے علمبردار، سفینۂ اُمت کے ناخدا، مقامِ صفین پر آپس میں نبرد آزما تھے اور ہر ایک نے اپنی طرف سے ایک حَکَم (پنچ) مقرر کر کے جنگ کو ملتوی کیا تھا، اُس جماعت کا حشر اور اَنجام کیا ہوا اُس کو آگے بیان کیا جائے گا۔ اِس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ ۳۷ھ میں التواءِ جنگ کے دور میں جب اُس جماعت کا ظہور ہوا تو گویا ایک سیلاب تھا جو ملتِ اِسلامیہ کی پوری وادی پر چھا گیا تھا ایک دلکش جملہ ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ اُن کی زبان پر تھا [2] (کہ کسی ثالث یا پنچ کو فیصلہ کا کوئی حق نہیں، فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، یہ دلکش جملہ (جس کی عملی شکل اِس کے سوا کچھ نہیں تھی جس سے یہ لوگ گریز کر رہے تھے) صرف اِس لیے اِیجاد کیا گیا تھا کہ عقل وفہم سے بے بہرہ جذباتی لوگوں کو مغالطہ میں ڈال سکیں چنانچہ اِس مقصد میں یہ لوگ کامیاب ہوئے اور جیسا کہ صادقِ مصدوق رسالتِ مآب ﷺ نے خبر دی :

حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۱۱)

نوخیز ونوعمر اوچھی عقلوں والے جذباتی (لوگوں کی بھیڑ اُن کے ساتھ ہوگی)۔

اَب غور فرمائیے جو ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ جیسی واضح آیت کے صاف مفہوم کو چھوڑ کر ایسے غلط اور مضحکہ خیز معنٰی اِس کو پہنا رہے تھے جس کی وضاحت وہ خود نہیں کر سکتے تھے، صرف اِس لیے کہ ناسمجھ ونادان جذباتی اِنسانوں کو براَنگیختہ کر کے اپنا ہم نوا بنا سکیں تو وہ قرآنِ پاک کی اور آیتوں اور آنحضرت ﷺ کے اِرشاداتِ مبارکہ میں کیا کچھ ردّوبدل اور تحریف نہیں کر سکتے تھے، اُن سے کون کہہ سکتا تھا اور

---

[1] بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۱۰ و ۶۹۳۰

[2] یعنی یہ صحیح ہے کہ فیصلہ وہی صحیح ہے جس کو خداوندی فیصلہ کہا جا سکے، لیکن خداوندی فیصلہ معلوم کرنے کی شکل یہی ہے کہ اہلِ علم معاملہ کی نوعیت کو سامنے رکھیں پھر اِرشاداتِ خداوندی یعنی قرآنِ پاک کی آیات پر نظر ڈال کر اُس معاملہ کے متعلق کوئی حکم آیات واَحادیث سے اَخذ کریں۔ اُس وقت حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اِسی اِرشاد کی تعمیل کر رہے تھے کہ ہر ایک نے اپنی طرف سے ایک حَکَم اور ثالث مقرر کر دیا تھا اور اُن کے فیصلہ کے منتظر تھے۔

کوئی کہہ بھی دیتا تو اُن بے گا نگانِ صدق وصفاء پر اِس کا اَثر کیا ہوسکتا تھا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرنے والے کا ٹھکانا جہنم ہے، بہت ہی پیچیدہ اور بہت ہی نازک صورتِ حال یہ تھی کہ جب یہ لوگ زُہدوتقوی عبادت گزاری اور قرآن خوانی کے پورے مظاہرہ کے ساتھ پرہیز گاروں اور پاکبازوں کی شکل بنا کر کہتے ہیں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَذَا (آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا) تو بجز اُن کے جو اُن کی سازشوں سے واقف تھے اور بھگت رہے تھے عام مسلمانوں کے لیے کب ممکن تھا کہ اُن کی بات کو غلط گردانیں۔

اِس جماعت کا زوال :

کلمۂ خبیثہ اور دعوتِ باطل کی مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں یہ دی ہے۔

﴿کَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ (ابراھیم : ۲۶)

''جیسے گندہ درخت اُکھاڑ دیا گیا زمین کے اُوپر سے ہی (اُس کی جڑ اُوپر ہی رکھی تھی، جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے زمین کھودنی نہیں پڑی)، نہیں اِس کو ٹھہراؤ۔''

یہ حق کی نمائش کرنے والی باطل پرست جماعت نہ صرف اہلِ حق بلکہ خود حق وصداقت کے لیے خطرہ عظیم تھی، منافقوں کا نفاق گناہِ عظیم تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ اُن کے حصہ میں آیا لیکن اُن کے نفاق میں جارحیت نہیں تھی، اُنہوں نے اہلِ اِیمان کے قتل کو اپنا نصب العین نہیں بنایا تھا مگر اِس جماعت کی خصوصیت یہ تھی یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ [۱] اہلِ اِسلام کو قتل کریں گے۔

تاریخ ایسے لرزہ خیز واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ اِن بدبختوں نے بلاوجہ نیک بخت مومن کو قتل کیا اور اُس کو جہادِ عظیم سمجھا، اِبن ملجم وغیرہ [۲] اِسی جماعت کے سُورما تھے جنہوں نے حرم مکہ معظّمہ [۳] میں بیٹھ کر ہرسہ عمائدین یعنی سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

[۱] بخاری شریف کتاب الانبیاء رقم الحدیث ۳۳۴۴

[۲] حضرت علیؓ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مراوی، البرک بن عبداللّٰہ التیمی وعمر بن بکیر التیمی

[۳] تاریخ الخلفاء ص ۱۲۳

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا، بظاہر اِس جماعت کی یہ جارحیت ہی تھی جس کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے اِس جماعت کی خصوصیات بیان فرمائیں تو یہ بھی فرمایا :

لَئِنْ اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ عَادٍ. (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۳۴۴)

''اگر یہ لوگ میرے سامنے آگئے تو یقینًا اُن لوگوں کو ایسے ہی قتل کروں گا جیسے قومِ عاد کو قتل کیا گیا۔'' [1]

اُمتِ اِسلامیہ کو یہ ہدایت فرمائی :

فَاَیْنَمَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ فَاِنَّ قَتْلَھُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. [2]

''جہاں اُن سے مقابلہ ہوا اُن کو قتل کرو کیونکہ جو اُن کو قتل کرے گا قیامت کے روز اُس کو اِس قتل کرنے کا اَجر ملے گا۔''

آنحضرت ﷺ نے اِس جماعت کی ایک علامت یہ بتلائی تھی کہ اِس جماعت میں ایک ایسا شخص ہوگا جو سیاہ فام ہوگا اور اُس کا ایک بازو گوشت کے لوتھڑے یا پستان کی طرح ہوگا جو پھڑکتا رہے گا۔ [3]

بہرحال یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے فاتحِ خیبر سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص فرما دی تھی کہ اِس جماعت سے آپس کی جنگ ہوئی اور آپ نے اُس کا شیرازہ منتشر کر دیا۔

حضرت اَبوسعید خدری رضی اللہ عنہ جو اِس حدیث کے راوی ہیں جس طرح وہ اپنی روایت کی توثیق کے لیے فرمایا کرتے تھے : اَشْھَدُ لَسَمِعْتُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ اِرشاد خود آنحضرت ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا ہے، ساتھ ہی آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے : وَاَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا قَتَلَھُمْ وَاَنَا مَعَہٗ جِیْءَ بِالرَّجُلِ عَلَی النُّعُتِ الَّذِیْ نَعَتَ النَّبِیُّ ﷺ [4] میں شہادت دیتا

---

[1] یعنی اُن کو قومِ عاد کی طرح بے نام ونشان کر دُوں گا۔ (کرمانی والخیر والجاری)

[2] بخاری شریف کتاب المناقب رقم الحدیث ۳۶۱۱

[3] بخاری شریف کتاب المناقب رقم الحدیث ۳۳۴۴

[4] بخاری شریف استتابة المعاندین و المرتدین وقتالھم رقم الحدیث ۶۹۳۳

ہوں کہ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن لوگوں کو قتل کیا میں آپ کے ساتھ تھا (جنگ ختم ہوئی) تو ایک مقتول لایا گیا جس کا حلیہ وہی تھا جس کی پیشن گوئی آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی۔

اِس واقعہ کی تعبیر قرآنی الفاظ میں اِس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہ جماعت شجر خبیثہ تھی زمین کی گہرائی میں نہیں بلکہ اُوپر کی سطح میں اِس کی جڑ رکھی ہوئی تھی جس کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُکھاڑ کر پھینک دیا۔

واضعینِ حدیث :

بلا شبہ سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کے شجر خبیثہ کو اُکھاڑ کر پھینکا، اُن کی سیاسی قوت کو چکنا چور کر دیا لیکن اُس فرقہ کا آغاز جب فتوی تکفیر سے ہوا تھا تو اُس کی سیاست اِبتدا ہی سے مذہب بن گئی تھی پھر اُس میں اور عقائد کا بھی اِضافہ ہوتا رہا یہ مذہب آج تک باقی ہے اور جو اِس مذہب سے وابستہ ہیں وہ اُن تمام خصوصیات کے حامل ہیں جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُن کی زبانوں پر وہ اَقوال ہوں گے جو خلقِ خدا کے اَقوال میں بہتر مانے جاتے ہیں يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ [۱] یعنی آیاتِ کتاب اللہ اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ زبانوں پر ہوں گی۔

''خیر البریہ'' یعنی آنحضرت ﷺ کا حوالہ دے کر بات کیا کریں گے لیکن آنحضرت ﷺ کے اِرشادِ گرامی کے بموجب اُن کے دِلوں میں اِیمان کا نام ونشان نہ ہوگا تو لا محالہ جو آیات اور اَحادیث وہ اِستعمال کریں گے بے محل اِستعمال کریں گے یعنی تحریفِ معنوی کریں گے اور یہ بھی ہوگا کہ جو قولِ رسول نہیں ہوگا اُس کے متعلق کہیں گے قال رسول اللہ یعنی اَحادیث وضع کریں گے بہرحال ایک یہ فرقہ تھا جو وضع حدیث میں بے باک تھا۔

اس فرقہ کا ظہور ۳۷ھ میں ہوا اور اس سے بارہ سال پہلے عبداللہ بن سبا کی سازش شروع ہوگئی تھی جس کی بنیاد ہی فرضی تحریروں پر تھی مؤرخین کے متفقہ بیان کے بموجب عمال اور مقامی حکام کے

---

[۱] بخاری شریف کتاب المناقب رقم الحدیث ۳۶۱۱

متعلق وہ اپنی تحریروں میں غلط اِطلاعات دیتے تھے مثلاً کسی مقام پر کوئی مقدمہ ہوا نہ کوئی فیصلہ (مگر) دُوسری جگہ ظالمانہ فیصلہ کی اِطلاع دے کر اپنے یہاں کے حاکم کو بدنام کر دیا یہ اُن کا ایک طے شدہ پروگرام تھا، اِسی طرح وہ حضراتِ صحابہ کے نام سے خطوط لکھ کر لوگوں میں ہیجان پیدا کرتے تھے۔

جب یہ گمراہ اور باطل فرقے رُونما ہو کر طلاطم برپا کر چکے تھے حتی کہ سبائی فرقہ قتلِ عثمانؓ کے منصوبہ میں کامیاب بھی ہو چکا تھا تو کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ حضراتِ صحابہ کے متعلق کوئی روایت صرف اِسی صورت تسلیم کی جائے گی کہ وہ قرآنِ پاک کی تصریحات کے خلاف نہ ہو، اُصولِ فقہ کا عام ضابطہ ہے کہ ایسی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہوتی جو قرآنِ پاک کی آیات یا سنتِ مشہورہ کے خلاف ہو۔ قرآنِ پاک کی آیات صحابہ کرام کو ''راشد'' اور ایسا پاکباز قرار دیتی ہیں جنہیں کفر، فسق اور عصیاں سے گہری نفرت ہے جن کے دِلوں میں اِیمان سجا ہوا ہے، تو لامحالہ ایسی تمام روایتیں ناقابلِ تسلیم ہوں گی بلکہ اُن کی تردید اور تغلیط لازم اور واجب ہوگی جن سے دامنِ صحابہ داغدار ہو۔ اگر وہ روایت بظاہر صحیح سند سے بھی ہو تب بھی وہ اِس ''علتِ خفیہ'' کی وجہ سے ''سقیم'' ہوگی۔

دینِ متین کی حفاظت و اِستقامت :

کلمہ طیبہ اور دعوتِ حق کی مثال کلامِ اِلٰہی نے یہ دی ہے :

﴿کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ○ تُؤْتِیْ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ (سُورۂ ابراھیم : ۲۴ ، ۲۵)

''جیسے پاکیزہ اور ستھرا درخت اُس کی جڑ مضبوط (زمین کی تہ میں اُس کی پیلیں پھیلی ہوئیں) اور اُس کی شاخ فلک بوس (آسمان تک پہنچی ہوئی) لاتا ہے اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے۔''

آنحضرت ﷺ کا مشہور اِرشاد ہے :

لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَأْتِیَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ. (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۴۱)

''میری اُمت میں ایک ایسا گروہ ہمیشہ رہے گا جو خدا کے حکم پر قائم (اور ثابت قدم) رہے گا، کوئی اُن کی مدد چھوڑ کر یا اُن کی مخالفت کر کے اُس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

قسّامِ اَزل نے یہ سعادت عظمٰی فاروقِ اعظم سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لیے مقسوم فرمائی تھی کہ آپ کا فاتحانہ پرچم جہاں جہاں پہنچتا رہا وہاں قرآنِ حکیم اور فرائض اِسلام کی تعلیم کے اِدارے آپ کے حکم سے قائم ہوتے رہے، یہ اِدارے شجر اِسلام کی پیلیں اور زمین کی رگوں میں گھسی ہوئی جڑ کی شاخیں تھیں جو نہ اُس وقت اُکھڑ سکیں اور چودہ صدیاں گزر چکنے کے بعد آج بھی اُن کو اُکھاڑ پھینکنا کسی اِنسانی طاقت کے اِمکان میں نہیں ہے ﴿ وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ﴾

علامہ اِبن حزم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

وُلِّیَ عُمَرُ فَفُتِحَتْ بِلَادُ الْفُرْسِ طُوْلًا وَعَرْضًا وَفُتِحَتِ الشَّامُ کُلُّھَا وَالْجَزِیْرَۃُ وَمِصْرُ وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا وَبُنِیَتْ فِیْہِ الْمَسَاجِدُ وَنُسِخَتْ فِیْہِ الْمَصَاحِفُ وَقَرَأَ الْاَئِمَّۃُ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہُ الصِّبْیَانَ فِی الْمَکَاتِبِ شَرْقًا وَغَرْبًا .

(الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج۲ ص ٦٧)

''زمامِ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو فارس کے تمام شہر فتح ہوگئے اِس طرح پورا شام اور جزیرہ (دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ) اور مصر فتح ہوگیا، ان علاقوں میں جو بھی شہر تھا اُس میں مسجدیں تعمیر کی گئیں قرآنِ پاک نقل کیے گئے ائمہ قرآن خود پڑھتے تھے اور مکتبوں میں بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے شرقًا وغربًا (تمام مملکت میں یہی دستور تھا)۔''

کُلُّھُمْ قَدْ اَسْلَمُوْا وَبَنَوُا الْمَسَاجِدَ لَیْسَ مِنْھَا مَدِیْنَۃٌ وَلَا قَرْیَۃٌ وَلَا حُلَّۃٌ لِاَعْرَابِ اِلَّا وَقَدْ قُرِأَ فِیْھَا الْقُرْاٰنُ فِی الصَّلٰوَاتِ وَعَلَّمَہُ الصِّبْیَانَ وَالرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ .

(الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج۲ ص ٦٦)

''ممالکِ مفتوحہ کے تمام باشندے مسلمان ہوگئے اُنہوں نے مسجدیں تعمیر کرائیں اُن مفتوحہ علاقوں میں کوئی شہر کوئی گاؤں یا بدویوں کی کوئی فرودگاہ ایسی نہیں رہی تھی

کہ جس میں نمازیں قرآن شریف نہ پڑھا جاتا ہو اور بچوں بڑوں اور عورتوں کو اِس کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔''

یہ قرآنِ پاک کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ تھا، اَحادیث مبارکہ اُس وقت مرتب و مدوّن نہ تھیں کہ اُن کو بھی مکاتب کے نصاب میں داخل کیا جاتا اَلبتہ روایتِ حدیث کے کچھ ضابطے مقرر فرما دیے اور کچھ حلقے قائم کر دیے جہاں اَکابر صحابہ اَحادیث بیان کرتے مقدمات کا فیصلہ کرتے اور پیش آنے والے واقعات کے متعلق فتوی بھی صادر کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''فاروقِ اعظم علماء صحابہ را با قالیم دارُ الاسلام روان ساخت امر کرد با قامت در شہرھا و براویتِ حدیث در آنجا۔'' (اِزالۃ الخفاء فارسی ج ۲ ص ۲۱۵)

''فاروقِ اعظمؓ نے علماءِ صحابہ کو دارُ الاسلام کے بڑے بڑے شہروں میں روانہ کیا اور وہاں قیام کا اور اُن میں روایتِ حدیث کا حکم دیا۔''

اِس طرح پوری مملکت میں بہت سے حلقے قائم ہوگئے اُن میں مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ مرکزی حیثیت رکھتے تھے جہاں حضرت عبداللہ اِبن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس جیسے حضرات روایتِ حدیث اور اَفتاء اور قضاء کی خدمات اَنجام دیا کرتے تھے اِن حلقوں کی مرکزیت آج تک تسلیم کی جاتی ہے۔

حفاظتِ دینِ حق کے اِن مرکزوں کے مقابلہ پر باطل نے بھی پر پھیلائے، وضعِ حدیث کی رفتار تیز ہوگئی باطل پرستوں کی فنکاری کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے، روایتِ حدیث کا ایک مدعی جابر بن یزید تھا اُس نے سلام بن مطیع سے کہا : عِنْدِیْ خَمْسُوْنَ اَلْفَ حَدِیْثٍ عَنِ النَّبِیِ ﷺ . میرے پاس پچاس ہزار حدیثیں ہیں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں، حضرت جراح بن ملیح سے بیان کیا کہ میرے پاس آنحضرت ﷺ کی ستر ہزار حدیثیں ہیں جو جابر جُعفی کے واسطے سے پہنچی ہیں مگر اِس جابر بن یزید کی شان یہ تھی کہ علماء کا خیال تھا کہ یہ خارجی ہے اِس کی تصدیق اِس سے ہوئی کہ اُس نے

سورہ یوسف کی آیت ﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْ اَبِیْ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ﴾ [۱] کی تفسیر وہ کی جو سبائی جماعت نے گھڑ رکھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ ہیں یا بادلوں میں ہیں اور اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اَولاد میں سے جو شخص اِمامت کا دعوی کرے ہم اُس کا ساتھ نہ دیں یہاں تک کہ حضرت علیؓ بادلوں میں سے یہ نِدا دیں کہ فلاں کا ساتھ دو۔ [۲]

اِمامِ حدیث حضرت مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں حارث بن حصیرہ، اَبوداؤد داعمٰی وغیرہ کے چند نام لیے ہیں اور فرمایا کہ اِس طرح کے واضعین حدیث اور اُن کے متعلق علماءِ حق کی تنقیدات اگر بیان کی جائیں تو ضخیم کتاب ہوجائے، یہاں چند نام بطورِ مثال پیش کیے ہیں تا کہ اَصحابِ فکرو نظر اَصل صورتِ حال کا اَندازہ کرسکیں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۰)

لیکن وہ حضرات جو درسِ حدیث اور اِفتاء وغیرہ کے لیے اِن مرکزوں میں قطب اِرشاد تھے وہ اِسلام اور دینِ حق کے مزاج شناس تھے آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں اُن کی جو حاضری رہی تھی اُس نے اُن کی فراستِ اِیمانی کو کسوٹی بنا دیا تھا وہ کھوٹ کو فورًا پہچان لیتے تھے۔ ظاہر ہے اِرشاداتِ رسول اللہ ﷺ کے اَنوار اِن مخترعات [۳] کو کہاں میسر ہوسکتے تھے بلکہ اُن میں جو اِختراع اور اِفتراء کی تاریکی ہوتی تھی وہ فورًا اِن روشن ضمیر حضرات کے آئینۂ وجدان میں نظر آجاتی تھی اور وہ اُن روایتوں کی طرف اِلتفات بھی نہیں کرتے تھے۔

---

[۱] مسلم شریف ج ۱ ص ۱۵

[۲] یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی کا قول ہے جب یہ بھائی حضرت یامین کو لے گئے اور حضرت یعقوب سے یہ معاہدہ کر گئے تھے کہ ہم اُن کے محافظ ہوں گے اگر ہم سب ہی کہیں گھر جائیں تو مجبور رہیں گے ورنہ ہم عہد کرتے ہیں کہ اِن کو پوری حفاظت کے ساتھ واپس لائیں گے پھر صورت یہ پیش آئی کہ حضرت یامین بادشاہ کے پیالے کے چوری کے اِلزام میں روک لیے گئے تو بڑے بھائی جو سب کے سربراہ تھے اُنہوں نے باقی بھائیوں سے کہا کہ تم والد صاحب کے پاس جا کر واقعہ بیان کردو اور اپنے متعلق کہا ﴿لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ﴾ یعنی میں تو یہاں سے اُس وقت نہیں ہٹوں گا جب تک والد صاحب اِجازت نہ دے دیں یا اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ نہ ہوجائے۔

[۳] گھڑی ہوئی حدیثیں

روایتِ حدیث کا ایک مدعی بشیر بن کعب عدوی بھی تھا وہ حضرت عبداللہ اِبن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور حدیثیں بیان کرنے لگا حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس کی طرف اِلتفات بھی نہیں فرمایا تو بشیر نے کہا میں آنحضرت ﷺ کی حدیثیں بیان کر رہا ہوں اور آپ اِلتفات بھی نہیں کرتے، سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا :

''آنحضرت ﷺ کے اِرشادات یقیناً اِس اِحترام کے مستحق ہیں کہ اِنسان سراپا گوش بن کر اُن کو سنے اور یاد رکھے، ہماری بھی حالت یہ تھی کہ جب کوئی کہتا ''قال رسول اللہ'' تو ہمارے کان سراسر اِشتیاق بن جاتے تھے مگر جب لوگوں نے اس مقدس اِنتساب کے ساتھ رطب ویابس سب کچھ بیان کرنا شروع کر دیا تو اَب ہم صرف اُن ہی روایتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن سے ہمارے کان پہلے سے آشنا ہوتے ہیں۔''

اِن پختہ کار بزرگوں کے طفیل سے وہ اہلِ علم سب ہی ''صرّاف''[1] بن گئے تھے جن کو اِن اَکابر سے شرفِ تلمذ حاصل تھا وہ فوراً پہچان لیتے تھے کہ یہ زرِ خالص ہے اور یہ کھوٹ ہے چنانچہ یہی جابر بن یزید جس کا ذکر اُوپر گزرا حضرت سفیان نے فرمایا کہ اِس کی روایت کردہ تیس ہزار حدیثیں میرے پاس ہیں مگر میں قطعاً جائز نہیں سمجھتا کہ اُن میں ایک روایت بھی بیان کروں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۵)

بہرحال اُن علمی مراکز کی روشنی نے وضع حدیث کی تاریکی کو بڑھنے نہیں دیا لیکن سلسلہ اَحادیث میں یہ بات ضرور پیدا کر دی کہ ہر وہ روایت جس کو حدیث سے تعبیر کیا جائے اِس قابل نہیں رہی کہ اُس کو حدیث مان ہی لیا جائے بلکہ اُس کو حدیث اُسی وقت مانا جائے گا جب وہ آیاتِ قرآنی اور سنتِ مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔

بہرحال سبائی پارٹی اور خوارج کی یہی فتنہ اَنگیزی اور اُن کا یہی دجل وفریب تھا جس سے بچنے کے لیے حضراتِ محدثین نے کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے ایک طرف یہ شرط لگا دی کہ راوی

---

[1] پرکھنے والا

صحیح العقیدہ ہو وہ خارجی ، رافضی یا بدعت کا داعی اور بانی نہ ہو، دُوسری طرف اُس کا عملی پہلو یہ تھا کہ ہر ایک راوی کے ذاتی حالات واَخلاق اور اُس کے عقائد کی تحقیق شروع کردی، سینکڑوں پاکباز وخدا ترس طالبانِ حق ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اِس تحقیقات پر صرف کردیں، تھوڑے سے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں اِن محققین کی آراء مختلف ہوئیں جس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کی زندگی کے تمام پہلو اُن کے سامنے نہیں آسکے، کسی کے سامنے زندگی کا وہ رُخ آیا کہ قابلِ اِعتماد اور قابلِ تعریف تھا، کسی کے سامنے وہ دُوسرا رُخ آگیا جس نے اُس کو نا قابلِ اِعتماد گردان دیا، اِن تھوڑے سے راویوں کے علاوہ تمام راوی وہی ہیں جن کے بارے میں حضراتِ محققین کی رائیں متفق رہیں کہ وہ قابلِ اِعتماد ثقہ اور عادل ہیں یا نہیں ہیں، جن کے حالات معلوم نہیں ہوسکے اُن کو مستور الحال یا مجہول قرار دیا اور اُن کی روایتیں درجہ صحت سے ساقط مانی گئیں۔

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

قسط : ۲۰

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

پندرہواں سبق : مرنے کے بعد، برزخ، قیامت، آخرت

اِتنی بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ جو اِس دُنیا میں پیدا ہوا اُس کو کسی نہ کسی دِن مرنا ضرور ہے لیکن اپنے طور سے یہ بات کسی کو بھی معلوم نہیں اور نہ کوئی اِس کو معلوم کر سکتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے اور کیا ہوگا، یہ بات صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور اُس کے بتلانے سے پیغمبروں کو معلوم ہوتی ہے اور اُن کے بتلانے سے ہم جیسے عام آدمیوں کو بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے وقت میں اپنی قوم اور اپنی اُمت کو خوب اچھی طرح بتلایا اور جتلایا تھا کہ مرنے کے بعد کن کن منزلوں سے تم کو گزرنا ہوگا اور دُنیا میں کیے ہوئے تمہارے اَعمال کی جزاء اور سزا ہر منزل میں کس طرح ملے گی اور پیغمبر خدا سیّدنا حضرت محمد ﷺ چونکہ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اور اُن کے بعد اب کوئی پیغمبر قیامت تک آنے والا نہیں ہے اِس لیے آپ نے مرنے کے بعد کی تمام منزلوں کا بیان بہت ہی تفصیل اور تشریح سے فرمایا ہے، اگر اُس سب کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

قرآن شریف اور حضور ﷺ کی حدیثوں میں جو کچھ اِس سلسلہ میں بیان فرمایا گیا ہے اُس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد تین منزلیں آنے والی ہیں :

پہلی منزل مرنے کے وقت سے لے کر قیامت آنے تک کی ہے اُس کو ''عالمِ برزخ'' کہتے ہیں، مرنے کے بعد آدمی کا جسم چاہے زمین میں دفن کر دیا جائے چاہے جلا کر راکھ کر دیا جائے چاہے دریا میں بہا دیا جائے لیکن اُس کی رُوح کسی صورت میں بھی فنا نہیں ہوتی صرف اِتنا ہوتا ہے کہ وہ ہماری اِس دُنیا سے منتقل ہو کر ایک دُوسرے عالَم میں چلی جاتی ہے وہاں اللہ کے فرشتے اُس کے دین و مذہب

کے متعلق اُس سے کچھ سوالات کرتے ہیں، وہ اگر سچا اِیمان والا ہے تو صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے جس پر فرشتے اُس کو خوشخبری سنا دیتے ہیں کہ تو قیامت تک چین و آرام سے رہ۔ وہ اگر مومن نہیں ہوتا بلکہ کافر یا صرف نام کا مسلمان منافق ہوتا ہے تو اُسی وقت سے سخت عذاب اور دُکھ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے یہی برزخ کی منزل ہے جس کا زمانہ مرنے کے وقت سے لیکر قیامت تک کا ہے۔

اِس کے بعد دُوسری منزل ''قیامت اور حشر'' کی ہے۔ قیامت کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ کے حکم سے یہ ساری دُنیا ایک دم فنا کر دی جائے گی (یعنی جس طرح سخت قسم کے زلزلوں سے علاقے ختم ہو جاتے ہیں اِسی طرح سے اُس وقت ساری دُنیا درہم برہم ہو جائے گی اور سب چیزوں پر ایک دم فنا آجائے گی) پھر عرصہ دراز کے بعد اللہ تعالیٰ جب چاہے گا سب اِنسانوں کو پھر سے زندہ کرے گا اُس وقت ساری دُنیا کے اگلے پچھلے سب اِنسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور اُن کی دُنیوی زندگیوں کا پورا حساب ہوگا، اِس جانچ اور حساب میں اللہ کے جو بندے نجات اور جنت کے مستحق نکلیں گے اُن کے لیے جنت کا حکم دیا جائے گا اور جو ظالم اور مجرم اللہ کے عذاب اور دوزخ کے سزاوار ہوں گے اُن کے لیے دوزخ کا حکم سنا دیا جائے گا، یہ منزل مرنے کے بعد دُوسری منزل ہے جس کا نام قیامت اور حشر ہے۔

اِس کے بعد جنتی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں چلے جائیں گے جہاں صرف آرام اور چین ہوگا اور ایسی لذتیں اور راحتیں ہوں گی جو اِس دُنیا میں کسی نے دیکھی سنی نہ ہوں گی، اور دوزخی دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے جہاں اُن کو بڑے سخت قسم کے عذاب اور دُکھ ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کو اِس سے اپنی پناہ میں رکھے، یہ ''دوزخ اور جنت'' ہی مرنے کے بعد تیسری اور آخری منزل ہے اور پھر لوگ ہمیشہ ہمیشہ اپنے اَعمال کے مطابق جنت یا دوزخ ہی میں رہیں گے۔

مرنے کے بعد کے متعلق اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اور خاص طور سے آخری پیغمبر سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو کچھ بتلایا ہے اور قرآن و حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہی ہے جو

اُوپر ذکر کیا گیا، اَب چند آیتیں اور حدیثیں بھی سن لیجیے :

﴿ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قف ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (سُورۃ العنکبوت : ۵۷)

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب ہماری طرف لوٹو گے۔''

﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ [1]

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہارے اَعمال کے بدلے قیامت کے دِن پورے پورے دیے جائیں گے۔''

قیامت اور اُس کی ہولناکیوں کا ذکر قرآن شریف میں سینکڑوں جگہ کیا گیا ہے چند آیتیں ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں :

﴿یٰاَیُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ج اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ o یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاهُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَا بَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾ (سُورۃ الحج : ۱)

''اے لوگو ! اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا بھونچال بڑی (خوفناک) چیز ہے جس دِن تم اُسے دیکھو گے اُس دِن ہر دُودھ پلانے والی ماں اپنے دُودھ پیتے پیارے بچے کو بھول جائے گی اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور تم دیکھو گے سب لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں، اور حقیقت میں وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (بس اُس کی دہشت سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے)۔''

اور سورۂ مزمل میں قیامت ہی کے بیان میں فرمایا گیا ہے :

﴿ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا﴾ (المزمل: ۱۴)

''جب زمینوں اور پہاڑوں پر لرزہ ہوگا اور پہاڑ بہتی ہوئی ریت کی طرح ہو جائیں گے۔''

اور اِسی سورۃ میں قیامت ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے :

[1] سُورہ اٰل عمران : ۱۸۵

﴿یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا﴾ ''وہ بچوں کو بوڑھا بنادے گا۔''

اور سورۂ عبس میں اِرشاد ہے :

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ o یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ o وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ o وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ o لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ o وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ o ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ o وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ o تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾ (عبس : ۳۳ تا ۴۱)

''وہ آواز (یعنی جس وقت قیامت کا صور پھونکا جائے گا) اُس دِن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اُولاد سے، اُن میں سے ہر ایک کے لیے اُس دِن فکر ہوگی جو اُس کو دُوسروں سے بے پرواہ بنادے گی (یعنی ہر ایک اپنی فکر میں ایسا ڈوبا ہوا ہوگا کہ ماں باپ، بیوی، اُولاد اور بہن بھائی کی بالکل پرواہ نہ کرے گا بلکہ اُن سے بھاگے گا)، بہت سے چہرے اُس دِن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے خوشی سے کھلے ہوئے، اور بہت سے منہ اُس دِن خاک میں اَٹے ہوں گے اور اُن پر سیاہی چھائی ہوگی۔''

قیامت کے دِن سب اِنسان خدا کے سامنے حاضر ہوں گے کوئی بھی کہیں چھپ نہیں سکے گا، سورۂ اَلحاقہ میں اِرشاد ہے :

﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ﴾ (سُورۃ الحاقة : ۱۸)

''اُس دِن تم سب خدا کے سامنے پیش کیے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔''

اور سورۂ کہف میں اِرشاد ہے :

﴿وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا o وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّكَ صَفًّا ط لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ز بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا o وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَايُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ج
وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الکهف : ۴۷ تا ۴۹)

''اُس دِن ہم پہاڑوں کو ہٹائیں گے (یعنی پہاڑ اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے بلکہ وہ گر جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے) اور تم دیکھو گے زمین کھلی ہوئی (یعنی نہ اُس میں شہر رہیں گے نہ بستیاں نہ باغات بلکہ ساری زمین ایک کھلا میدان ہو جائے گی) اور پھر ہم سب اِنسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اور اُن میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے اور وہ سب قطار دَر قطار اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے (اور اُن سے کہا جائے گا دیکھو) تم دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے پاس آ گئے جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا تھا بلکہ تم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقتِ موعود نہیں لائیں گے ، اور اُن کا اَعمال نامہ (جس میں اُن کے اچھے برے تمام اَعمال کی تفصیل ہوگی) سامنے رکھ دیا جائے گا اور تم دیکھو گے مجرموں کو ڈرتا ہوا اُس اَعمال نامہ سے کہتے ہوں گے ہائے ہماری کم بختی اِس اَعمال نامہ کی عجیب حالت ہے نہ اِس نے ہمارا کوئی چھوٹا سا عمل چھوڑا ہے نہ بڑا عمل ، سب ہی کو یہ بتلاتا ہے اور جو کچھ اُنہوں نے دُنیا میں کیا تھا اُس سب کو موجود پائیں گے اور ظلم نہیں کرے گا تمہارا پروردگار کسی پر۔''

قیامت میں اِنسان کے ہاتھ پاؤں اور اُس کے تمام اَعضاء بھی اُس کے اَعمال کی گواہی دیں گے ، سورۂ یٰسین میں اِرشاد ہے :

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سُورہ یٰس : ۶۵)

''آج کے دِن ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ پاؤں بولیں گے اور گواہی دیں گے اُس کی جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اَلغرض قیامت میں جو کچھ ہوگا قرآن شریف نے بڑی تفصیل سے اُس سب کو بیان فرمایا ہے یعنی پہلے زلزلوں اور دھماکوں کا ہونا پھر سب دُنیا کا فنا ہو جانا حتی کہ پہاڑوں کا بھی ریزہ ریزہ ہو جانا پھر اُن سب اِنسانوں کا زندہ کیا جانا پھر حساب کے لیے میدانِ حشر میں حاضر ہونا اور وہاں ہر ایک کے سامنے اُس کے اَعمال نامہ کا آنا اور خود اِنسان کے اَعضاء کا اُس کے خلاف گواہی دینا اور پھر ثواب یا عذاب یا معافی کا فیصلہ کرنا اور اُس کے بعد لوگوں کا جنت یا دوزخ میں جانا، یہ سب چیزیں قرآن شریف کی بعض سورتوں میں ایسی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے قیامت کا سماں آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

''جو شخص چاہے قیامت کا منظر اِس طرح دیکھے کہ گویا وہ اُس کی آنکھوں کے سامنے ہے تو وہ قرآن شریف کی سورتیں اِذَالشَّمْسُ كُوِّرَتْ ، اِذَا لسَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔''

اَب ہم برزخ اور قیامت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی چند حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو اُس کو جو مقام قیامت کے بعد جنت یا دوزخ میں (اپنے اَعمال کے لحاظ سے) ملنے والا ہوتا ہے وہ ہر صبح شام اُس پر پیش کیا جاتا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا جہاں تجھے پہنچنا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

''رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ وعظ میں قبر (یعنی عالَم برزخ) کی آزمائش اور وہاں کے اَحوال کا ذکر فرمایا تو تمام مسلمان جو حاضر تھے چیخ اُٹھے۔''

بہت سی حدیثوں میں قبر کے اَحوال اور سوال و جواب اور پھر وہاں کے عذاب کا تفصیل سے بھی ذکر آیا ہے، یہاں ہم اِختصار کی وجہ سے صرف اِن ہی دو حدیثوں کے ذکر پر بس کرتے ہیں۔

اب چند حدیثیں قیامت کے متعلق اور سن لیجیے، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے

قیامت کا ذکر کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ :

''جب اللہ کے حکم سے قیامت کا پہلا صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ بے ہوش اور بے جان ہو کر گر جائیں گے پھر جب دُوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے پھر حکم ہو گا کہ تم سب اپنے رب کے سامنے حاضری کے لیے چلو اور پھر فرشتوں کو حکم ہو گا اِن کو ٹھہرا کر کھڑا کرو یہاں اِن سے اُن کی زندگی کے متعلق پوچھ ہوگی۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

''ایک صحابی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ کیسے زندہ کرے گا اور کیا اِس دُنیا میں اِس کی کوئی اور نشانی اور مثال ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تم اپنی قوم کی کسی زمین پر ایسی حالت میں گزرے ہو کہ وہ سوکھی سبزے سے خالی ہو اور پھر دوبارہ ایسی حالت میں اُس پر تمہارا گزر ہو کہ وہ ہری بھری لہلہا رہی ہو ؟ (صحابی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا ہاں ایسا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا دوبارہ زندہ کرنے کی یہی نشانی اور مثال ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے گا۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

''رسول اللہ ﷺ نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ (قیامت کے دِن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی) پھر آپ ﷺ نے بیان فرمایا تم سمجھے اِس کا کیا مطلب ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اُس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دِن زمین اللہ کے ہر بندہ پر اور ہر بندی پر گواہی دے گی اُن اَعمال کی جو اُنہوں نے زمین پر کیے ہوں گے یعنی اللہ کے حکم سے زمین اُس دِن بولے گی اور بتلائے گی

کہ فلاں بندے نے یا فلاں بندی نے فلاں دِن میرے اُوپر یہ عمل کیا تھا۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

''آپ ﷺ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن بندے سے فرمائے گا آج تو خود ہی اپنے اُوپر گواہ ہے اور میرے لکھنے والے فرشتے بھی موجود ہیں اور بس یہی گواہیاں کافی ہیں، پھر ایسا ہوگا کہ اللہ کے حکم سے بندے کے منہ پر مہر لگ جائے گی وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے گا اور اُس کے دُوسرے اَعضاء (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ تم بولو پھر وہ اُس کے اَعمال کی ساری سرگزشت سنائیں گے۔''

ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ :

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کچھ غلام ہیں جو کبھی کبھی شرارتیں کرتے ہیں کبھی مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور کبھی خیانت کرتے ہیں اور میں اُن قصوروں پر کبھی اُن پر خفا ہوتا ہوں برا بھلا کہتا ہوں اور کبھی مار بھی دیتا ہوں تو قیامت میں اِس کا اَنجام کیا ہوگا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت میں ٹھیک ٹھیک اِنصاف فرمائے گا، اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں کے بقدر اور بالکل مناسب ہوگی تو نہ تمہیں کچھ ملے گا اور نہ کچھ دینا پڑے گا اور اگر تمہاری سزائیں اُن کے قصوروں سے کم ہوں گی تو تمہارا فاضل حق تم کو دِلوایا جائے گا اور اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں سے زیادہ ہوگی تو تم سے اُس کا بدلہ تمہارے اِن غلاموں کو دِلایا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ یہ سن کر وہ پوچھنے والا شخص رونے اور چیخنے لگا اور اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ! پھر تو میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں اِن کو الگ کردُوں میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اِن سب کو آزاد کر دیا۔''

اِسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ :

حضور ﷺ نے اُس شخص کو قرآن شریف کی یہ آیت بھی سنائی :

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾(سُورۃ الانبیاء : ۴۷)

اِس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ہم قیامت کے دِن اِنصاف کی میزان لگائیں گے اور کسی کے ساتھ وہاں کوئی نا اِنصافی نہ ہوگی اور اگر کسی کا کوئی عمل یا حق رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُس کو حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ مرنے کے بعد اور قیامت کے متعلق قرآنِ پاک اور رسول اللہ ﷺ نے جو باتیں ہم کو بتلائی ہیں ہم اُن سے غافل نہ ہوں۔

وفیات

۱۸؍رمضان المبارک کو دارُ العلوم دینیہ قصور کے مہتمم قاری نور محمد صاحب شاکر کے بڑے بھائی مولانا ہارون الرشید صاحب رشیدیؒ طویل علالت کے بعد قصور میں اِنتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر بلند درجات نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۲۱؍رمضان المبارک کو جناب محمد اِسماعیل صاحب بھٹی طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

قسط : ۲۰

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ باغ والوں کا قصہ ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ o وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ o فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُوْنَ o فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ o فَتَنَادَوا مُصْبِحِيْنَ o اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ o فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ o اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ o وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ o فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَضَالُّوْنَ o بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ o قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ o قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ o فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ o قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا طَاغِيْنَ o عَسٰى رَبُّنَا اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ o كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (سُورۃ القلم : ۱۷ تا ۳۳)

''ہم نے اُن کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو، جب اُن سب نے قسم کھائی کہ اُس کا میوہ توڑیں گے صبح ہوتے اور اِنشاء اللہ نہ کہا۔ پھر تباہ کر گیا اُسے کوئی تباہ کرنے والا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے ہی رہے۔ پھر صبح تباہ ہو گیا پھر آپس میں بولے صبح ہوتے کہ سویرے چلو اپنے کھیت اگر تم کو توڑنا ہے، پھر چلے اور

آپس میں کہتے تھے چپکے چپکے کہ اَندر نہ آنے پائے اِس میں آج تمہارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے لپکتے ہوئے زور کے ساتھ۔ پھر جب اُس کو دیکھا بولے ہم تو راہ بھول آئے۔ نہیں ! ہماری قسمت تو پھوٹ گئی ! بولا اُن میں سے درمیانہ کہ میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ کیوں نہیں پاکی بولتے اللہ کی۔ بولے پاک ذات ہے ہمارے رب کی ہم ہی قصوروار تھے پھر منہ کر کر ایک دُوسرے کی طرف لگے طعنہ دینے، بولے ہائی خرابی ہماری ! ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے۔ شاید ہمارا رب بدلہ دے ہم کو اِس سے بہتر، ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں۔ یوں آتی ہے آفت اور آخرت کی آفت تو سب سے بڑی ہے، اگر اُن کو سمجھ ہوتی۔"

زمانہ قدیم میں یمن کے قریبی علاقوں میں ایک نیک اور دولت مند شخص رہتا تھا اُس کا باغ تھا جس میں میوہ جات اور پھلوں کے درخت بکثرت تھے وہ شخص باغ کی آمدنی سے بقدرِ کفایت حصہ لیتا اور باقی فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیتا تھا، ہر سال کٹائی کے وقت وہ یہ کام سرانجام دیتا۔ یہ شخص اپنے بیٹوں کی اچھی تربیت کرتا تھا اور اُنہیں اِیمان کی باتیں بتاتا اور اِنفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتا تھا اور فقراء و مساکین پر رحم کرنے کی تلقین کرتا تھا اور اُنہیں اللہ کی نعمتوں میں شریک کرنے کی رغبت دلاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ نیک آدمی شدید بیمار ہو گیا حتی کہ اُسے موت قریب نظر آنے لگی، اُس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہنے لگا : میرے بیٹو ! اِس دُنیا کی سب سے بہتر چیز اَعمالِ صالحہ اور اللہ کا قرب ہے، یہ بات خوب سمجھ لو کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے لہٰذا اپنے مال میں سے فقراء و مساکین کا حصہ نہ بھولنا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت پیدا کرتا رہے پھر اُس آدمی کا اِنتقال ہو گیا تو اُس کے بیٹے ایک جگہ جمع ہوئے اور آئندہ کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔

سب سے بڑے بیٹے نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا باپ بے وقوف شخص تھا وہ معاملات صحیح اَنجام نہیں دیتا تھا اپنا مال فقراء و مساکین کو دیتا تھا ہم فقراء کو اپنا مال نہیں دے سکتے، کیا اللہ جیسے ہمیں رزق دیتا ہے اُن کو نہیں دے سکتا !

چھوٹے نے گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے کہا : ہاں ! تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ یہ فقراء نہ تو ہمارے ساتھ باغ میں کام کرتے ہیں اور نہ ہی مدد کرتے ہیں لیکن پھر بھی پھل کے وقت مانگنے آجاتے ہیں، یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔

درمیانے بیٹے نے کہا میں تمہاری باتوں سے اِتفاق نہیں کرتا، ہمارے باپ نے وصیت کی ہے اور اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم فقراء کو صدقہ دیں اور اِس میں بخل نہ کریں ورنہ اللہ کا غضب ہم پر نازل ہو جائے گا اور ہم فقراء ہو جائیں گے۔

بڑے بیٹے نے دوبارہ کہا کہ جو باپ نے وصیت کی ہے اُس کو چھوڑو اور سنو کہ صدقہ سے مال کم ہوتا ہے زیادہ نہیں ہوتا جبکہ فقراء و مساکین کو نہ دینے سے مال بڑھتا ہے۔

درمیانے بیٹے نے اِس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ نے ہمیں اور ہمارے باپ کو جو رزق دیا ہے اور اُس میں جو برکت پیدا کی ہے یہ صرف فقراء و مساکین پر خرچ کرنے کی وجہ سے ہے لیکن بڑے اور چھوٹے نے اِس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور یہ اِرادہ کر کے سو گئے کہ صبح منہ اَندھیرے باغ میں جا کر سارا پھل توڑ لیں گے اور جب فقراء آئیں گے تو اُن سے کہہ دیں گے کہ اِس سال پھل نہیں ہوا، وہ تو یہ اِرادہ کر کے سو گئے لیکن اللہ کی طرف سے پکڑ آچکی تھی اور خدا اِس پر قادر بھی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان سے آفت نازل کی اور تمام کا تمام باغ تباہ ہو گیا اور کسی درخت پر پھل نہ رہا۔

جب وہ صبح اُٹھے اور باغ میں پھل لینے کی غرض سے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سب کچھ تباہ ہو چکا ہے، اُنہیں اِس بات کا یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی اُن کا باغ ہے۔ اُس وقت درمیانہ بھائی اُن سے کہنے لگا : اے بھائیو ! میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اِس باغ کی خوبصورتی اور پھل اِس صدقہ کی وجہ سے ہے جو ہمارا باپ فقراء و مساکین پر خرچ کرتا تھا اور تم اِس وعدے سے بے وفائی کرنا چاہتے تھے، اَب دونوں بھائی اُس سے کہنے لگے : تم نے ٹھیک کہا تھا اور ہمارے باپ نے جو فقراء و مساکین کے بارے میں وصیت کی تھی وہ بھی ٹھیک تھی۔

کسبِ معاش میں شرعی حدود کی رعایت

قسط : ۲ ، آخری

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

شیئر بازار میں سرمایہ کاری :

آج کل عالمی معیشت میں شیئرز کے خرید وفروخت کا کاروبار روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، جب ہم شرعی نقطۂ نظر سے اِس کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آج کل اِقتصادی مارکیٹ میں سود اور قمار ریشہ ریشہ میں داخل ہو چکے ہیں اِس لیے اسٹاک ایکسچینج کی دُنیا میں زیادہ تر کاروبار سٹہ بازی پر مشتمل ہوتا ہے اور فرضی کمپنیوں کے فرضی شیئر ز اور شیئرز کی قیمتوں میں مصنوعی اُتار چڑھاؤ کے ذریعہ سرمایہ کی اُلٹ پھیر زور شور سے جاری رہتی ہے، اِس طرح کے سٹے بازی کی اِسلامی شریعت میں دُور دُور تک گنجائش نہیں ہے اور سٹے والے شیئرز کا کاروبار کسی بھی طرح اِسلامی اُصولوں پر منطبق نہیں ہوسکتا تاہم سٹے بازی سے ہٹ کر شیئرز کاروبار کی کچھ شکلیں نکل سکتی ہیں جن کے متعلق علماءِ محققین کی اُصولی طور پر دو راہیں پائی جاتی ہیں :

(۱) بعض محقق مفتیان وعلماء کی رائے یہ ہے کہ شیئرز کا کاروبار شرعی نقطہ نظر سے دراصل ''اجارہ'' کا کاروبار ہے یعنی تمام شیئرز ہولڈر (خریداران حصص) شریک فی الاموال ہیں اور کمپنی کے ڈائریکٹران کے اَجیر ہیں اور چونکہ یہ ڈائریکٹر من مانی طور پر کمپنی کی آمدنی اپنے ذاتی مصارف میں صرف کرتے ہیں اِس لیے اُن کی اُجرت کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی لہٰذا اِس جہالت کی وجہ سے سرے سے یہ پورا معاملہ ہی ناجائز ہے اور کمپنی اگرچہ حلال مصنوعات بناتی ہو پھر بھی اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے اِس میں کسی صورت بھی سر دست جواز کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر اجارہ کے فساد کو اور سودی لین دین کے امکان کو ختم کر کے شیئرز کی کوئی صورت نکالی جائے تو اِس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ (تفصیل دیکھیں : فقہی مضامین از ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مفتی جامعہ مدنیہ لاہور: ۴۰۱-۴۱۱)

(۲) اِس کے برخلاف زیادہ تر علماء ومفتیان کی رائے یہ ہے کہ شیئرز کا کاروبار شرعًا شرکت اور مضاربت کے دائرے میں آتا ہے اور اِس میں جواز کی چار شرطیں ہیں :

(i) کمپنی کا اَصل کاروبار حلال ہو۔

(ii) اُس کمپنی کے کچھ منجمد اَثاثے وجود میں آچکے ہوں یعنی رقم صرف نقد کی شکل میں نہ ہو۔

(iii) اگر کمپنی سودی لین دین کرتی ہو تو شیئرز ہولڈروں کو اُس کی سالانہ میٹنگ میں اِس پر اِعتراض کرنے کا حق حاصل ہو۔

(iv) جب منافع کی تقسیم ہو تو جتنا حصہ نفع سودی ڈیپازٹ سے حاصل ہونے کا یقین یا گمان غالب ہو اُتنا حصہ صدقہ کردیا جائے (دیکھئے: فقہی مقالات اَز مولانا محمد تقی صاحب عثمانی ص ۱۵۱، کتاب الفتاویٰ مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی ۵/ ۲۹-۳۰ وغیرہ)

تاہم شیئرز کا مسئلہ ابھی تک علماء ومفتیان کے درمیان زیر بحث ہے اور اسٹاک ایکسچینج یا اِنٹرنیٹ پر بیٹھے بیٹھے شیئرز کی خرید وفروخت کا سلسلہ زیادہ تر مشتبہ صورتوں پر مشتمل ہوتا ہے اِس لیے جب تک پوری تحقیق اور اِطمینان نہ کرلیا جائے اُس کاروبار میں حصہ لینے کی حوصلہ اَفزائی پر جرأت نہیں کی جاسکتی اِس لیے جو حضرات گہرائی سے شیئرز مارکیٹ کے نشیب وفراز اور اصلیت سے واقف ہیں اُنہیں چاہیے کہ وہ چھان بین کر کے ایسی کمپنیوں کی نشاندہی کریں جن کے شیئرز حرام اور مشتبہ صورتوں سے خالی ہوں تاکہ ناواقف لوگ اُس کے روشنی میں اِقدام کرسکیں۔

غیر سودی سرمایہ کاری :

اِسلام نے اپنی معیشت کا مدار غیر سودی نظام پر رکھا ہے اگر صدقِ دل اور مکمل شرحِ صدر کے ساتھ اِس نظام کو دُنیا میں قائم کیا جائے تو ہر اِعتبار سے ٹھوس اور مستحکم معاشی ترقیات حاصل ہوسکتی ہیں، یہ نظام پوری طرح مروجہ بینکوں کی جگہ لینے کا اہل ہے اور اِس کے ذریعہ معاشرہ کے ہر طبقہ کو مالی اِنتفاع کے مواقع بہ آسانی حاصل ہوسکتے ہیں چنانچہ بعض اِسلامی ممالک میں اِس طرح کی سرمایہ کاری کا کامیاب تجربہ کیا جاچکا ہے اور اُس کے شاندار نتائج دیکھ کر بعض بین الاقوامی بینک ضمنی طور پر ہی سہی

''غیر سودی وِنڈوز'' کھولنے کا تجربہ کررہے ہیں اور عالمی ماہرینِ معاشیات اب اِس بات پر زور دے رہے ہیں کہ سودی نظام کے بے پناہ اِستحصال سے نجات پانے اور دُنیا میں معاشی مساوات کی فضاء قائم کرنے کے لیے غیر سودی نظام رائج کرنا ضروری ہے۔

اِسلامی نظامِ معیشت کامیاب اور فائدہ مند ہے :

چنانچہ ''مسٹر نریندر کمار'' جن کا شمار ملک کے گنے چنے معاشی تجزیہ کاروں اور تبصرہ نگاروں میں ہوتا ہے، وہ ایک کثیر الاشاعت ہندی روزنامہ ''لوک مت سماچار'' ناگپور کے ۳۰ر نومبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں اپنے حیرت اَنگیز تجزیہ میں ملک کی معاشی صورتِ حال کا حل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''دُنیا کے تمام ماہرینِ معاشیات کا ماننا ہے کہ اگر آج کی تاریخ میں اِسلام کے نظامِ معیشت کو عملی طور سے نافذ کیا جائے تو قرض میں جکڑی ہوئی اور سراپا قرضوں میں ڈوبتی دُنیا کو بچایا جاسکتا ہے کیونکہ دُنیا کی تمام معاشی تنظیموں نے گہرے غور وفکر کے بعد یہی جائزہ لیا ہے کہ دُوسری جنگِ عظیم کے بعد دُنیا میں غریبی اور اَمیری کے درمیان کا جو فاصلہ ہے اُس کی سب سے بنیادی وجہ سود ہے۔ اِسلامی طریقۂ زندگی اور معاشی اِنتظام کی بنیاد اِس فلسفہ پر ہے کہ دُنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں سب حقوقِ مساوات میں برابر ہیں، اِسلام نے دولت کو ایک جگہ جمع رہنے پر روک لگائی ہے، اِسلام میں زکوۃ کا نظم و اِنتظام اور وراثت کی تقسیم کا اُصول مال ودولت کو ایک جگہ جمع نہیں رہنے دیتا، اِس طرح دولت کی منصفانہ تقسیم ہوتی ہے اور دُنیا میں غربت وبھکمری کی بنیادی وجہ دولت اور اَسبابِ زندگی کی غیر منصفانہ تقسیم ہی ہے، پھر اِسلامی اُصولوں پر جو کاروبار مشارکت ومضاربت کی صورت یا دُوسری شکلوں میں پایا جاتا ہے وہ مغربی تجارت وکاروبار کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ترقی یافتہ، سادہ، کامیاب اور فائدہ مند ہے کیونکہ سود سے آزاد اور نفع ونقصان میں برابر سرابر کی ساجھے داری سے پیسہ کی قوتِ خرید بڑھ جاتی ہے اور چیزوں کی قیمتوں میں

چالیس سے پچاس فیصد کی کمی آجاتی ہے مگر اِس سسٹم کو سمجھنے کے لیے پورے اِسلام کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔'' (ماہنامہ ندائے شاہی جنوری ۲۰۰۳ء)

اور ابھی چند روز قبل وزیر اعظم ہند مسٹر من موہن سنگھ نے بھی ہندوستان میں اِسلامی بینکاری کے امکان کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی کے قیام کا اِعلان کیا ہے جو بجائے خود ایک بین الاقوامی ماہر معاشیات کی طرف سے اِسلامی نظامِ معیشت کے اِعتراف کی تازہ مثال ہے۔

غیر سودی سرمایہ کاری کی بنیادی شرط اور اِجمالی طریقہ کار :

غیر سودی سرمایہ کاری میں ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ کسی بھی سطح پر اِس کا رابطہ سودی نظام سے نہ ہو اور اِس کے لیے لازم ہوگا کہ ایسا غیر سودی مالیاتی اِدارہ براہِ راست کاروبار کرنے یا کسی کاروبار میں نفع نقصان کی بنیاد پر سرمایہ لگانے کا اہل ہو، اور ہماری معلومات کے مطابق سردست ہندوستان کے بینکنگ قوانین کے اِعتبار سے کسی بینک کو یہ سہولت حاصل نہیں ہے اِس لیے فی الحال یہاں اِسلامی خطوط پر تجارتی بینکاری نظام کا قیام ناممکن ہے، تاہم اگر آئندہ کبھی قانونی اور عملی رُکاوٹیں دُور ہوجائیں تو یہ اِدارہ درجِ ذیل صورتوں میں بہ آسانی سرمایہ لگا کر نفع حاصل کر سکتا ہے۔

(۱) مرابحۂ مؤجلہ :

یعنی مثلاً کسی شخص کو کوئی مشینری خریدنے کی ضرورت ہے اور وہ غیر سودی بینک کے پاس جاتا ہے تو یہ بینک اُسے قرض دینے کے بجائے مطلوبہ شے کمپنی سے خرید کر نفع کے ساتھ اُسی شخص کے ہاتھ اُدھار بیچ دے اور قسطیں متعین کر دے تو اِس طرح بینک کو کاروباری نفع بھی حاصل ہوگا اور ضرورت مند کی ضرورت بھی پوری ہوجائے گی۔

(۲) اجارہ :

دُوسری شکل یہ ہے کہ بینک طالب کو اُس کی ضرورت کی چیز خرید کر دیدے اور اُس سے ماہ بماہ اُس کا مناسب کرایہ وصول کیا کرے اور جب کرایہ مع نفع کے حاصل ہوجائے تو وہ چیز طالب کے نام کر دے۔

(۳) شیئرز کی خرید وفروخت :

غیر سودی بینک جائز حدود میں رہ کر منافع بخش کمپنیوں کے حصص کی خرید وفروخت میں بھی حصہ لے سکتا ہے۔ (بشرطیکہ شیئرز ایسے ہوں جن پر شرعًا کوئی اِشکال نہ ہو)

(۴) مضاربت/شرکت :

بینک کے کھاتہ دار بینک کے ساتھ یا بینک اپنے کھاتہ داروں کے ساتھ مضاربت یا شرکت کا معاملہ بھی کر سکتا ہے یعنی ایک فریق پیسہ لگائے اور دُوسرا فریق محنت کرے یا دونوں فریق مشترکہ پیسہ لگائیں اور آپس میں طے شدہ منافع کی تقسیم ہو جائے لیکن یہ واضح ہونا چاہیے کہ مضاربت یا شرکت کی شکل میں عامل کی لاپروائی یا تعدی کے بغیر اَصل رأس المال میں اگر نقصان ہو جائے تو اُس کا ذمہ دار سرمایہ کا مالک ہی ہوگا کیونکہ غیر سودی بینکاری میں اَولاً نفع نقصان کچھ متعین نہیں ہوتا اور ثانیاً رأس المال کا نقصان سرمایہ دار کو برداشت کرنا پڑتا ہے بشرطیکہ عامل کی طرف سے تعدی نہ پائی گئی ہو، وغیرہ۔

بہر حال اِن تفصیلات کا خلاصہ یہ نکلا کہ ہر ایک مسلمان کے لیے مقاصد سے دُنیا طلبی میں شرعًا کوئی رُکاوٹ نہیں ہے لیکن اُس پر لازم ہے کہ وہ کمانے میں پوری طرح شرعی اُصول کو پیشِ نظر رکھے اور حتی الامکان حرام اور مشتبہ ذرائع سے بچنے کا اہتمام کرے تاکہ اُسے دُنیا وآخرت کی سرخروئی نصیب ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی حدود کی رعایت کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

جو شخص بھی دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رہے گا کبھی گمراہ نہیں ہوگا :

مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهٖ.[1]

''حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُنہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم اُنہیں تھامے رہو گے (یعنی اُن پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو گے) ہرگز بھی گمراہ نہیں ہو گے (اُن میں سے ایک) اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) ہے (دُوسری) اللہ کے نبی کی سنت ہے۔''

ف : مذکورہ حدیث پاک میں آنحضرت ﷺ نے اُمتِ مسلمہ کو کتاب وسنت کے سیکھنے، اُن سے تمسک کرنے اور اُن پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ائمہ مجتہدین کو تو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت اور صلاحیت بخشی ہے کہ وہ براہِ راست کتاب وسنت سے تمسک کرتے اور اُن سے مسائل اَخذ کرتے اور اُن پر عمل کرتے ہیں لیکن جو مجتہد نہیں ہیں اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ فقہاء و مجتہدین نے جو کتاب وسنت کی تشریح کی ہے اُس کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کریں، اپنے اِجتہاد پر عمل نہ کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہدایت کے بجائے گمراہی کا شکار ہو جائیں جیسا کہ آج کل نظر آ رہا ہے، اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

---

[1] مؤطا اِمام مالکؒ ص: ۷۰۲ باب النهى عن القول فى القدر، مشكوة رقم الحديث ۱۸۶، اِمام حاکمؒ نے بھی اِس حدیث کو مستدرک حاکم میں بسندِ متصل روایت کیا ہے اور اِس کی سند صحیح ہے۔

تحیۃ الوضو کی دو رکعتوں کی فضیلت :

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَ تْ نَوْ بَتِيْ فَرَوَّ حْتُهَا بِعَشِيٍّ فَاَدْرَكْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَاَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهٖ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَ هٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.[۱] الحدیث

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ذمہ اُونٹوں کے چرانے کی ذمہ داری تھی، میں نے اپنی باری کے دن اُونٹوں کو چرا کر شام کو اُنہیں باڑے میں چھوڑا اور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں آگیا میں پہنچا تو آپ کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب فرمارہے تھے، میں جو آپ کی بات سن سکا وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: جو مسلمان وضو کرتا ہے اور خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نفل پڑھتا ہے جن میں اپنے دل اور چہرے سے متوجہ رہتا ہے تو اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

ف : مسلم شریف میں یہ حدیث ذرا تفصیل سے ذکر کی گئی ہے مفہوم اِس کا یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ باری باری اُونٹ چرایا کرتے تھے، ایک دن میں اُونٹ لے کر جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ السلام کی مجلس میں حاضر رہتے تھے اور جو باتیں وہ سنتے تھے رات کو مجھے بتا دیتے تھے، دُوسرے دن وہ اُونٹ لے کر جاتے تھے اور میں حاضر رہتا تھا اور دن بھر کی باتیں اُن کو بتا دیتا تھا، ایک دن اُونٹ چرانے کی میری باری تھی مجھے اُس دن اچھے پتے مِل گئے اُونٹوں کا پیٹ جلدی بھر گیا اور میں دوپہر ڈھلتے ہی اُونٹ لے کر واپس آگیا، عصر کے بعد کا وقت تھا میں اُونٹ باندھ کر مسجد نبوی شریف میں پہنچا وہاں نبی کریم علیہ السلام لوگوں سے خطاب فرمارہے تھے میں مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا، جس وقت میں پہنچا ہوں نبی کریم علیہ السلام فرما

---

[۱] مسلم ج:۱،ص:۱۲۲، باب فضل الوضوء والصلوٰۃ عقبہ، مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۲۸۸

رہے تھے کہ جس مسلمان نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا پھر اُس نے اپنے دل اور چہرے کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نفل پڑھے تو اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی ، میں نے بے ساختہ کہا کہ بہت خوب ، میرے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہارے آنے سے پہلے نبی ﷺ نے جو بات فرمائی ہے وہ اِس سے بھی خوب ہے، تمہارے آنے سے پہلے آپ نے فرمایا تھا جو خوب اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کلمہ پڑھے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تو اُس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے کہ وہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلا جائے۔

اِس حدیث پاک کی روشنی میں وضو کرنے والے شخص کو چاہیے کہ خوب اچھی طرح وضو کرے اور وضو کر کے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کلمۂ شہادت پڑھے پھر دو رکعت نفل تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھے تا کہ اُسے یہ سب فضیلتیں حاصل ہو جائیں اَلبتہ یہ خیال رکھے کہ نفل پڑھنے کا وقت بھی ہو کیونکہ بعض اَوقات ایسے ہیں جن میں نفل پڑھنے جائز نہیں۔

تیمّم میں دو ضربیں ہیں :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ .[1]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تیمّم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔''

ف : اِس اُمت پر اللہ تعالیٰ کے اِنعامات میں سے ایک اِنعام یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو پانی کے اِستعمال کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمّم کرنے کا حکم فرمایا، اگر کسی شخص کو وضو یا غسل کی ضرورت ہو اور وہ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو یا تو اِس لیے کہ پانی موجود نہیں،

---

[1] سنن دار قطنی ج:۱ص:۱۸۰، مستدرک حاکم ج:۱ص:۱۷۹

یا اِس لیے کہ بیماری کی وجہ سے پانی استعمال کرنے کی صورت میں مرض بڑھ جانے کا اَندیشہ ہے یا اِس لیے کہ سخت سردی کی وجہ سے پانی استعمال کرنے کی صورت میں ہاتھ پاؤں شل ہو جانے کا خطرہ ہے تو اُس شخص کے لیے یہ حکم ہے کہ پاک مٹی سے تیمّم کرلے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک دفعہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور اُنہیں جھاڑ کر چہرے پر مَل لے پھر دُوسری دفعہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور اُنہیں جھاڑ کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مَل لے۔ اُوپر جو حدیث ذکر کی گئی ہے اُس سے تیمّم کی یہی صورت ثابت ہورہی ہے ذخیرۂ اَحادیث میں اور بھی بہت سی اَحادیث ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تیمّم میں دو ضربیں ہیں ائمہ اَربعہ میں سے حضرت اِمام اعظم اَبوحنیفہ اور حضرت اِمام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مؤقف ہے۔

جو شخص بِلا ضرورت کتا پالتا ہے اُس کے ثواب میں سے ہر روز دو قیراط کے برابر کمی ہوتی رہتی ہے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰی کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ مَا شِیَۃٍ اَوْ ضَارٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِہٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطَانِ.[1]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : جو مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتے اور شکاری کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو اُس کے اَعمال کے (ثواب) میں سے روزانہ دو قیراط کے برابر (ثواب) کم ہوتا رہتا ہے۔''

ف : قیراط ایک وزن کا نام ہے جو عموماً سونے کا کام کرنے والے استعمال کرتے ہیں، حدیث پاک میں جس قیراط کا ذکر آیا ہے اُس کی مقدار کیا ہے اُس کا حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے اَلبتہ بعض اَحادیث میں اِس مقدار کو اُحد پہاڑ کے برابر ذکر کیا گیا ہے، اِس بنیاد پر حدیث پاک کا مطلب یہ ہوگا کہ شریعت نے جن مقاصد کے لیے کتے کے پالنے کی اِجازت دی ہے جیسے مویشیوں یا گھر اور کھیت کی

---

[1] بخاری ج:۲،ص:۸۲۴ باب من اقتنٰی کلبا لیس بکلب صید، مسلم ج:۲،ص:۲۲ باب الامر بقتل الکلاب ، مشکوۃ شریف کتاب الصید والذبائح باب ذکر الکلب رقم الحدیث ۴۰۹۸

حفاظت اور شکار، اِن کے علاوہ محض تفریحِ طبع اور شوق کی خاطر اگر کوئی شخص کتا پالے گا تو اُس نے جو نیک اَعمال کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن اَعمال کی بنا پر اپنے فضل وکرم سے اُس کے نامۂ اَعمال میں اَجر وثواب کے جو ذخیرے رکھے ہیں اُن میں سے روزانہ اِس مقدار میں اُتنی کمی آتی رہے گی کہ اگر اُس مقدار کو مجسم تصور کیا جائے تو وہ دو اُحد پہاڑ کے برابر ہو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو قیراط سے مراد اُس شخص کی نیکیوں کے حصوں میں سے دو حصے کی کمی ونقصان ہو، بہر حال دو قیراط سے کچھ ہی مراد لیا جائے حدیث کا اصل منشا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ بلاضرورتِ شرعی کتا پالنا اپنے اَعمال کے اَجر وثواب کے ایک بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھونا ہے، بہت سی اَحادیث میں آتا ہے کہ جہاں جاندار کی تصویر اور کتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے لہٰذا بلاضرورت تصویر کے استعمال اور کتا پالنے سے بچنا چاہیے۔

دو خون اور دو مری ہوئی چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ فَاَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَ الْجَرَادُ وَ اَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَا لطِّحَالُ.[1]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دو (بغیر ذبح کے) مری ہوئی چیزیں اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو (بغیر ذبح کے) مری ہوئی چیزیں تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خونوں سے مراد کلیجی اور تلی ہیں۔''

جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ دو چیزیں نہ ہوں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَا شِئْتَ وَ الْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ اَوْمَخْيَلَةٌ. (مشكوة شريف كتاب اللباس رقم الحديث ٤٣٨٠)

[1] مسند احمد ج: ٢، ص: ٩٧ ، اِبن ماجہ ص: ٢٤٦ باب الكبد و الطحال ، دار قطنی ج:٤، ص: ٢٧٢، مشكوة كتاب الصيد و الذبائح رقم الحديث ٤١٣٢

''حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو تاوقتیکہ دو چیزیں یعنی اِسراف اور تکبر تم میں سرایت نہ کریں۔''

ف: مطلب یہ ہے کہ کھانے کی ہر مباح چیز کو کھانا اور پہننے کی ہر مباح چیز کو پہننا درست ہے بشرطیکہ اِس میں ایسا تَوَسُّعْ نہ کیا جائے جو اِسراف یا تکبر کی حد تک پہنچ جائے، اگر ایسا توسع کیا گیا تو پھر یہ ناجائز ہوگا۔

دو چیزیں (ریشم اور سونا) مردوں کے لیے حرام ہیں:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَقُوْلُ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِیْرًا فَجَعَلَہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ وَاَخَذَ ذَھَبًا فَجَعَلَہٗ فِیْ شِمَالِہٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ .[1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ نے ریشمی کپڑا لیا اور اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا، اسی طرح سونا لیا اور اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا پھر فرمایا: یہ دونوں چیزیں (استعمال کرنا) میری اُمت کے مردوں کے لیے حرام ہے۔''

ف : اِس حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ مردوں کے لیے ریشمی کپڑا اور سونا دونوں حرام ہیں، اِس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اِن دونوں کے اِستعمال سے بچا جاتا لیکن دیکھنے میں آرہا ہے کہ متموّل طبقے کے مرد بے دھڑک، بِلا جھجک سونا استعمال کر رہے ہیں، کوئی سونے کی اَنگوٹھی پہنتا ہے، کوئی سونے کا لاکٹ گلے میں ڈالتا ہے، کوئی زیادہ مالدار ہے تو وہ سونے کی گھڑی استعمال کرتا ہے، بہت سے لوگ منگنی کے موقع پر دُولہا کو سونے کی اَنگوٹھی پہناتے ہیں یہ سب ناجائز و حرام ہے اِس سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، صحابۂ کرام ؓ ہمارے محسن ہیں اُن کا طرزِ عمل ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

---

[1] مسند احمد ج:۱،ص:۹۶ ابوداؤد ج:۲،ص:۲۰۵ باب فی الحریر للنساء نسائی ج:۲،ص:۲۴۱ باب تحریم الذھب علی الرجال، مشکٰوۃ:ص۳۷۸ (مشکٰوۃ شریف کتاب اللباس رقم الحدیث ۴۳۹۴)

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک صاحب کے ہاتھ میں سونے کی اَنگوٹھی دیکھی تو اُن کے ہاتھ سے اُتار کر پھینک دی، پھر فرمایا کتنے تعجب کی بات ہے کہ تم میں سے کوئی دوزخ کی آگ کے اَنگارے کو حاصل کرے اور اُس کو اپنے ہاتھ میں لے لے، پھر جب رسولِ اکرم ﷺ (وہاں سے) چلے گئے تو اُن صاحب سے کہا گیا کہ تم اپنی اِس اَنگوٹھی کو اُٹھالو اور اِس سے فائدہ اُٹھاؤ (یعنی چاہو تو اِس کو فروخت کر ڈالو اور چاہو تو کسی عورت کو دے دو) لیکن اُن صاحب نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں اِس کو کبھی نہیں اُٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اُسے پھینک دیا ہے۔[1]

بعض خواتین بچوں کو سونے کی اَنگوٹھی پہنا دیتی ہیں یا اُن کے گلے میں سونے کا لاکٹ ڈال دیتی ہیں یہ بھی ناجائز وحرام ہے، اِس کا گناہ بچوں کو تو نہیں ہوگا کہ وہ تو معصوم ہیں لیکن جو اُن کے ساتھ ایسا کرے گا اِس کا گناہ اُسے ہوگا۔

اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرد وعورت کے لیے سونے چاندی کے استعمال سے متعلق چند ضروری مسائل درج کر دیے جائیں کیونکہ اِس معاملہ میں بہت سے دیندار لوگ بھی لاعلمی کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہیں :

مسئلہ : مردوں کے لیے صرف چاندی کی اَنگوٹھی پہننی جائز ہے وہ بھی اُس وقت جبکہ وہ ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہو اور اَنگوٹھی مردانہ ڈیزائن کی ہو، اِس کے علاوہ مردوں کے لیے ہر قسم کی دھات سونا، لوہا، تانبا، پیتل، اسٹیل، جست وغیرہ کا استعمال منع ہے۔

مسئلہ : خواتین کے لیے ہر قسم کی دھات کا زیور استعمال کرنا جائز ہے سوائے اَنگوٹھی کے، اَنگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے اِس کے علاوہ کسی بھی دھات کی جائز نہیں، عموماً خواتین حج وعمرہ سے واپسی پر اسٹیل کی اَنگوٹھیاں لاکر استعمال کرتی ہیں اور دُوسروں کو تحفہ میں بھی دیتی ہیں اُنہیں اِس سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ جائز نہیں۔

---

[1] مسلم ج:۲،ص:۱۹۵، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال، مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۴۳۸۵)

مسئلہ : لوہے وغیرہ کی اَنگوٹھی پر اگر چاندی کا ملمع کرلیا گیا ہو اِس طرح سے کہ لوہا بالکل نظر نہ آتا ہو تو ایسی اَنگوٹھی کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے جائز ہے۔[1]

مدرسہ اَنوار الصحابیات للطالبات

(بلامعاوضہ تعلیم)

﴿ زیرِ سرپرستی : اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ ﴾

درسِ نظامی (عالمہ کورس)، دراسات ایک سالہ دورة اللغة العربية

برائے فاضلات و طالبات میں داخلے جاری ہیں

خصوصیات :

(۱) وفاق المدارس سے اِلحاق (۲) دعوت و تربیت کا اِصلاحی ماحول

(۳) عربی زبان میں مہارت بذریعہ تکلم، مقالات، عربی بیانات، المجلة الجدارية

(۴) اَکابر علماء و مشائخ کے بیانات

(۷) حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم کے تربیت یافتہ اَساتذہ

سہولیات :

(۱) پک اینڈ ڈراپ کی سہولت

(۲) گرمی و سردی کے موسم کے لحاظ سے پُرسکون درسگاہ

(۳) مستحق طالبات کے لیے اِدارہ کی طرف سے معاونت

شرائطِ داخلہ :

(۱) عصری تعلیم میٹرک/ مڈل یا مساوی (۲) ناظرہ قرآن

(۳) سرپرست کی اِجازت

﴿ رابطہ : مولانا سیّد ہشام مغربی 4644216 - 0321 ﴾

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: مسائل بہشتی زیور ج:۲ ص:۲۶۲

حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے حیلے بہانے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے لیکن وہ حج اَدا کرنے میں بہت غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اِس بارے میں بے شمار حیلے بہانے اور مختلف تاویلیں پیش کر کے جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ تاویلیں اور بہانے اللہ کی پکڑ اور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب کسی شخص کو اِتنی اِستطاعت حاصل ہو جائے کہ وہ حج کر سکے تو اُس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے جس کے بعد بلا شرعی معقول عذر کے تاخیر یا ٹال مٹول کرنے سے اِنسان گناہگار ہوتا ہے اور خدانخواستہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو پھر بہت وبال کا اَندیشہ ہے۔

حج فرض ہو جانے کے بعد حج کرنے سے پہلے فوت ہو جانے پر اَحادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی اِنسان کو معلوم نہیں کہ وہ کتنے عرصہ زِندہ رہ سکے گا اور آئندہ اُس کو حج کرنا نصیب بھی ہو سکے گا یا نہیں بلکہ آئندہ مال بھی ہوگا یا نہیں لہٰذا حج فرض ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو یہ فریضہ اَدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ. (ابو داوٗد)

''حضرت اِبنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اَقدس ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو حج کا اِرادہ کرے اُس کو جلدی کرنا چاہیے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَجَّلُوْا اِلَی الْحَجِّ یَعْنِی الْفَرِیْضَةَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ مَا یَعْرِضُ لَهٗ. (کنز العمال ج۵ ص ۲۴)

''جناب رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ فرض حج میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا بات پیش آجائے۔''

فائدہ : ایک اور حدیث میں اِرشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا کوئی اور ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیے کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے، کبھی سواری کا اِنتظام نہیں رہتا، کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔(کنز العمال)

اِن اَحادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اُس کو فورًا اَدا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔(فضائل حج ملخص)

کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے ؟

بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے کی عمر میں کرنے کا کام ہے لٰہذا جوانی میں یا جب تک عمر کا ایک بڑا حصہ نہ گزر جائے اُس وقت تک حج کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حج کا عمر کے کسی خاص حصہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اِس کا تعلق حج کی اِستطاعت اور قدرت سے ہے، بالغ ہونے کے بعد سے جب بھی کسی کو اِستطاعت حاصل ہو جائے یہ فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے جس طرح نماز اور روزہ بالغ ہوتے ہی اِنسان کے ذمے فرض ہو جاتے ہیں اور اگر اِنسان زکٰوۃ کے نصاب کا مالک ہو تو زکٰوۃ بھی فرض ہو جاتی ہے اِسی طرح بالغ ہونے کے بعد جب بھی حج کی اِستطاعت ہو تو حج کا فریضہ عائد ہو جاتا ہے۔

اور غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج کا اَصل مزہ جوانی ہی میں ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ حج میں جسمانی محنت اور مشقت پیش آتی ہے بلکہ حج کے اَحکام اُسی وقت ذوق وشوق اور زندہ دِلی کے ساتھ ٹھیک طریقہ پر اَنجام دیے جا سکتے ہیں جبکہ اِنسان اِس کا متحمل ہو اور اِنسانی قوٰی اور اَعضاء مضبوط ہوں اور یہ بات عام طور پر جوانی میں ہی اِنسان کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے میں اور بڑھاپے میں بھی اگرچہ اِنسان کسی نہ کسی طرح حج کر ہی لیتا ہے لیکن بہت سے کاموں کو ذوق وشوق

کے ساتھ کرنے کی صرف حسرت ہی دِل میں رہ جاتی ہے۔

دُوسرے اِس وجہ سے کہ حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور جوانی کے زمانے کی عبادت پر بڑے فضائل اور خوشخبریاں سنائی گئی ہیں۔

تیسرے اِس وجہ سے کہ اگر اِخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ صحیح طریقہ پر حج کیا جائے تو تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ وہ اِنسان کے دِل ودماغ میں ایک خاص اِنقلاب پیدا کرتا ہے جس سے اِنسان کے دِل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اِنسان کے لیے گناہوں، جرائم اور بدعنوانیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اور دل ودماغ کی اِس تبدیلی کی ضرورت بڑھاپے کی بہ نسبت جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔ ایک تو اِس لیے کہ جوانی میں نفس وشیطان کا غلبہ اور گناہوں کے اِرتکاب کی طاقت اِنسان میں زیادہ ہوتی ہے، مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے اور بڑھاپے میں تو اِنسان کے اَعضاء ویسے ہی جواب دے دیتے ہیں اور بہت سے گناہوں سے بچنا اُس کے لیے خود بخود آسان ہوجاتا ہے، قبر میں پیر لٹک جانے کے اور گناہوں سے پیٹ بھر لینے کے بعد تو ویسے بھی نیکیوں کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے۔ ؎

دَر جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

کہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، پیغمبروں کا شیوہ یہ ہے کہ جوانی میں ظلم اور گناہ سے توبہ کی جائے۔ دُوسرے اِس لیے اگر حج کی برکت سے جوانی میں ہی کسی کو ہدایت مِل جائے تو پھر آنے والی زِندگی میں خیر کی اُمید زیادہ ہوتی ہے اور بڑھاپے تک کے لمبے عرصہ کی زندگی کا رُخ اَچھائی کی طرف مڑ جاتا ہے لہٰذا حج فرض ہوجانے کے بعد جوانی ہی میں بڑھاپے کا اِنتظار کیے بغیر جلد اَز جلد حج کا فریضہ سراَنجام دینا چاہیے۔

حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر اُس وقت جانا چاہیے کہ جب پہلے سے نماز روزے کے پابند ہو جائیں اور وہ اِسی خیال میں ایک عرصہ گزار دیتے ہیں، نہ اُنہیں نماز روزے کی پابندی کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی حج کی۔ اِس بارے میں اُن لوگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اَوّل تو آپ کو نماز روزے کی پابندی سے کس نے منع کیا ہے جو پابندی نہیں کرتے، کیا ابھی نماز روزہ فرض نہیں ہوا ؟ اور اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر کیا رُکاوٹ ہے ؟ آج ہی سے اِس کی پابندی شروع کر دیجیے پھر حج نہ کرنے کا کیا عذر ہوگا ؟ دُوسرے حج علیحدہ سے فرض ہے اور نماز روزہ علیحدہ سے فرض ہیں، ایک کی وجہ سے دُوسرے کو چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے ؟ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ ایک شخص کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو اور بھوک بھی لگی ہو اور پانی اور کھانے دونوں چیزوں کا بندوبست بھی ہو لیکن وہ شخص نہ پانی پیتا ہے اور نہ ہی کھانا کھاتا ہے، جب اُس کو بھوک کا علاج بتایا جاتا ہے کہ کھانا کھاؤ تو وہ جواب میں کہے کہ پہلے پانی پی لیں پھر کھانا کھائیں گے لیکن پانی بھی نوش نہیں فرماتے، ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آپ کو پانی پینے سے کس نے منع کیا ہے ؟ اور اگر آپ پانی نہیں پیتے تب بھی کھانے کی ضرورت اپنی جگہ ہے اور پانی کی ضرورت اپنی جگہ۔ بس اِسی مثال سے واضح ہو کہ اَصل بات یہ ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے ورنہ تو حج کا فرض ہونا نہ تو نماز روزے کی پابندی پر موقوف ہے اور نہ ہی نماز روزے کا آج سے پابند ہونا اِختیار سے باہر ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ ہو جانے کا بہانہ :

بعض لوگ حج فرض ہوتے ہی فورًا اِس لیے حج پر نہیں جاتے کہ حج کے بعد پھر کوئی گناہ نہ ہو جائے لہٰذا پہلے ہر قسم کے گناہوں سے فارغ ہو جائیں پھر زِندگی کے آخری دِنوں میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یاد رکھیے کہ یہ بھی نفس و شیطان کا سکھایا ہوا صرف ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زِندگی کے کتنے اَیّام باقی ہیں اور کب موت آجائے گی۔ اِس کا تقاضا تو یہ ہے کہ

اِنسان ہر وقت کو اپنی زندگی کے آخری اَیّام سمجھے اور اگر خدانخواستہ زندگی کے آخری اَیّام کا اِنتظار کرتے کرتے موت آگئی تو پھر کیا ہوگا ؟ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حج کر لینے کے بعد گناہ کرنے کا اِختیار اور خواہش بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ تو مرتے دم تک برقرار رہتی ہے اور حج کرنے کے بعد بھی گناہ سے بچنے کے لیے اپنے اِختیار کو اِستعمال کرنا پڑتا ہے ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ آخری عمر میں بھی حج کر کے گناہوں سے نہیں بچتے تو جس طرح حج کے بعد اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لیے اپنے اِرادہ اور اِختیار کو اِستعمال کرنا پڑتا ہے، وہ اِرادہ اور اِختیار تو اللہ تعالیٰ نے آج بھی دیا ہوا ہے اُس کو اِستعمال کیجئے اور آج ہی سے گناہوں کو چھوڑ دیجئے اور سچی و پکی توبہ کر کے حج کے لیے تشریف لے جائیے۔ اور اگر بالفرض آج گناہ نہیں چھوڑتے تب بھی اِس کے اِنتظار میں حج کو مؤخر نہ کیجئے، کیا معلوم اللہ تعالیٰ حج کے فریضہ کی برکت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرما دیں اور اگر بعد میں بھی گناہ نہیں چھوٹے تب بھی حج اَدا کرنے سے کم اَز کم ایک بڑے گناہ (حج نہ کرنے) سے تو چھٹکارا ہو ہی جائے گا، یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ نہ دُوسرے گناہ چھوڑیں اور اِس سے بڑھ کر مزید گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے چلے جائیں۔

پہلے کچھ کھا کما لیں :

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کما لیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس و شیطان کو دھوکہ ہے، ایسے لوگ اصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رِشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی کو اصلی بتا کر بیچنا، سب چلتا ہے، حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کیے تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اِس لیے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے اور جب بوڑھے ہو جائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اِس دھوکہ سے بچیں اور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اور صحت و جوانی میں حج کریں۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں :

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج فرض ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اور جب حج کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اِس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتی اور جب تک ماحول نہ ہوا ایسا کرنے کا فائدہ کیا ؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ مع ملازمین مری اور سوات گھومنے جائیں گے، سنگاپور، پیرس اور لندن جائیں گے لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لیے نہیں جائیں گے۔ حج کے لیے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے مگر یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں ! کیا گھر کا ماحول خراب ہونا حج فرض ہونے میں مانع ہے ؟ اور کیا گھر کا ماحول شریعت کے مطابق کرنا ضروری نہیں۔

پہلے والدین کو حج کرانا :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اُولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائے اور ماں باپ حج نہ کرلیں اُس وقت تک اُولاد حج نہیں کرسکتی، اِس لیے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اور اِس طرح اُولاد اپنا حج فرض اَدا نہیں کرتے، یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اُولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں، اگر اُولاد پر حج فرض ہو جائے تو پہلے وہ اپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید اِستطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرادیں۔

پہلے گھر کے سربراہ کا حج کرنا :

بعض گھرانوں میں یہ رواج بھی دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کرلے اُس وقت تک چھوٹے حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ بعض گھرانوں میں اِس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کرآئے حالانکہ دُوسری عبادتوں یعنی نماز، روزے اور زکوٰۃ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر شخص پر اِنفرادی طور سے عائد ہوتا ہے خواہ کسی دُوسرے نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو، اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد کے پاس حج کی اِستطاعت ہے تو اُس پر حج فرض ہے، اگر بڑے کے پاس

اِستطاعت نہ ہو یا اِستطاعت کے باوجود وہ حج نہ کررہا ہو تو نہ اِس سے چھوٹے کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، نہ اِسے مؤخر کرنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے۔

بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر :

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور اُن کے پاس اِس قدر پیسے ہیں جس سے وہ خود تو حج کرسکتے ہیں اَلبتہ اپنی بیوی یا والدہ کو حج پر لے جانے کی اِستطاعت نہیں رکھتے لیکن وہ بیوی یا والدہ کے اِصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اِس اِنتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اُس وقت میاں بیوی یا والدہ کو لے کر دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے اِنتظار میں حج کو مؤخر کرنا دُرست نہیں اور بیوی یا والدہ کو بھی اپنی وجہ سے شوہر یا بیٹے کو حج فرض اَدا کرنے سے روکنا درست نہیں۔ خاوند کو چاہیے کہ اِس وقت وہ خود حج اَدا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرادے۔

اپنی شادی کا بہانہ :

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک اِنسان کی شادی نہ ہوجائے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا خواہ کوئی عاقل بالغ ہوگیا ہو اور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، یہ بھی جہالت ہے کیونکہ حج فرض ہونے کا شادی بیاہ سے تعلق نہیں، لہٰذا اگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا ہو لیکن وہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی اُس کو حج کرنا فرض ہے بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک بھی ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے لہٰذا شادی کے اِنتظار میں حج کو مؤخر کرنا گناہ ہے اور اگر کوئی سنت کے مطابق نکاح کا بندوبست کرے تو نکاح بھی جلدی ہوسکتا ہے اور خدانخواستہ بغیر حج کیے فوت ہوگیا تو آخرت میں مؤاخذہ کا اَندیشہ ہے اور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اپنی شادی تک زندہ بھی رہ سکے گا یا نہیں، پھر اگر شادی اور حج دونوں سے پہلے ہی دُنیا سے رُخصت ہوگیا تو اِس کی مثال ایسی ہی ہوگی ۔

نہ خدا ہی مِلا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

بچیوں کی شادی کا مسئلہ :

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے اِن کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے جبکہ بچیوں کی ابھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کب اِن کی شادی ہوگی یا اگر منگنی ہو بھی گئی تو بھی نکاح رُخصتی وغیرہ باقی ہے اور اِس فریضے کو پہلے اَدا کرنا ضروری ہے حالانکہ شرعًا یہ بھی حج کی تاخیر کے لیے عذر نہیں ہے، اِس لیے اِن کے نکاح کے اِنتظار میں حج فرض کو مؤخر کرنا دُرست نہیں، اِن کی حفاظت کا تسلی بخش اِنتظام کر کے حج کے لیے جانا چاہیے۔

بچوں کو کس کے حوالے کریں ؟

بعض لوگ خصوصًا عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں اور ہم نے کبھی بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، اِنہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں ؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ اِن کو اگر کسی دُوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اُس وقت چھوٹے بچوں کا سب اِنتظام ہو جاتا ہے، جب وہاں اِنتظام ہو سکتا ہے تو حج کے لیے جانے پر بھی اِنتظام ہو سکتا ہے۔ اِس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج اَدا کرنے کی فکر کرنی چاہیے (اَلبتہ اگر بچوں کی حفاظت کا مناسب اِنتظام نہ ہو سکے جس کی وجہ سے اُن کے ضائع ہونے کا اَندیشہ ہو اور ساتھ لے جانا بھی مشکل ہو تو پھر اپنے حالات کے مطابق معتبر اہلِ فتوٰی سے رجوع کرنا چاہیے)۔

کاروبار کس کے حوالے کریں ؟

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے بھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے اِس لیے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے، یہ بھی محض نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھالیں اگر بچوں کا پہلے ہی اِنتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا تو پھر حج کا کیا

ہوگا ؟ بہرحال کسی قابلِ اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لیے جائیں اور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے تو دُکان بند کر کے حج کے لیے جائیں۔

حج کے بجائے عمرہ کرنا :

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے اُن کے پاس مال و دولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ اَدا نہیں کرتے اَلبتہ یہ لوگ عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اُس کو حج کرنا چاہیے، عمرہ بھی اپنی جگہ بہت بڑی سعادت ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں لہٰذا عمرہ کا اِتنا اہتمام کرنا اور اِس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا بہت غلط بات ہے۔

فائدہ : لہٰذا جس شخص پر شرعی اُصولوں کی روشنی میں حج فرض ہو چکا ہو اُسے جلد اَز جلد یہ فریضہ اَدا کرنا چاہیے اَور نفسانی ، شیطانی و رواجی حیلے بہانوں سے بچنا چاہیے ورنہ قیامت کے روز یہ بہانے اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

محترم قمر صاحب عثمانی

طلبۂ دینیہ سے خطاب

❁❁❁

حضورِ سیّد خیر الورٰی کے مہماں ہو تم
کتاب اللہ و سنت کے حقیقی ترجماں ہو تم

اصولِ دین فطرت کے حقیقی رازداں ہو تم
خزاں نادیدہ گلشن کی بہارِ جاوِداں ہو تم

تمہارے دم سے قائم ہے جہاں میں سطوتِ دینی
متاعِ کفر کے حق میں بلائے ناگہاں ہو تم

تمہارے ذکر سے ایوانِ شیطانی میں ہلچل ہے
جہاں میں شوکتِ اِسلام کا محکم نشاں ہو تم

وہی گلشن اَکابر نے جسے خوں دے کے سینچا ہے
بہاریں اُس کی تم سے ہیں اور اُس کے باغباں ہو تم

حوادِث کی جبینِ پُرشکن سے تم نہ گھبراؤ
تمہیں کیا خوف طوفاں کا کہ بحرِ بیکراں ہو تم

اُٹھو اور قوتِ اَخلاق سے دُنیا پہ چھاؤ جاؤ
مقدس محترم تاریخ کی اِک داستاں ہو تم

زمانہ کو دِکھا دو راستہ تقوے کی منزل کا
کہ رخشندہ روایاتِ کہن کے پاسباں ہو تم

❁❁❁

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

بحمد اللہ خانقاہِ حامدیہ میں حسبِ معمول گزشتہ برسوں کی طرح اِس برس بھی رمضان المبارک میں ملک کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے سالکانِ طریقت نے مسجد حامدؒ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں اِعتکاف کیا اَور سلوک و احسان، ریاضت و مجاہدہ میں مشغول و مصروف رہے۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کی جانب سے مسترشدین و مریدین کے لیے کچھ اِجتماعی اعمال اَور کچھ حسبِ حال ہر ایک کے لیے اِنفرادی اعمال کی ہدایات تھیں۔

مؤرخہ ۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ/ ۱۵؍جولائی ۲۰۱۵ء کو حضرت اَقدس سیّدی و مرشدی مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم نے مولانا سیّد علی بن عبدالرزاق فاضل جامعہ مدنیہ جدید کو خرقۂ خلافت و دَستار سے نوازا۔

۲۱؍جولائی بروز منگل بعد اَز نمازِ ظہر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی نصیر اللہ خان صاحب کی دعوت پر اُن کے نکاحِ مسنون کی تقریب میں شرکت کی غرض سے طاؤس گلگت کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۷؍جولائی کو بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔

۱۱؍شوال المکرّم/ ۲۸؍جولائی سے جامعہ مدنیہ جدید میں نئے تعلیمی سال کے داخلے شروع ہوئے اور کثیر تعداد میں طلباء کی آمد شروع ہوگئی، اِسی روز سے تعلیم کا آغاز ہوگیا، والحمد للہ۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد ؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور